اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
SEPTEMBER 2013
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 233
Regd. # SC-1177



العُروَہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرَہ

فتاویٰ حج وعمرہ

حصّہ ہشتم

مصنّف
حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ النعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دار الإفتاء جمعیة إشاعة أهل السنّة)

مرتّب
حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعت اہلسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-2439799 Website : www.ahlesunnat.net · www.ishaateislam.net

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح ورات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دار الافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دار الافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے زیرِ اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں
ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا

افتاء مکتب

العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحَجِّ و العُمْرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہشتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

افتاء مکتب

العُروۃُ فِی مَنَاسِکِ الحَجِّ و العُمْرَۃ

فتاویٰ حج و عمرہ

(حصہ ہشتم)

تالیف

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

نام کتاب : الغُرُوَۃُ فِیْ مَنَاسِكِ الحَجِّ وَ العُمْرَۃ
''فتاویٰ حج وعمرہ''

تصنیف : حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت : شوال المکرم 1434ھ۔ستمبر 2013ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 233

تعداد اشاعت : 3500

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں مناسکِ حج وعمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج وعمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسک حج و عمرہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اِس سے عاجز ہوتے ہیں، اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتا دیتے ہیں حالانکہ مناسک حج وعمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں، اِسی لئے لوگ حج وعمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دار الافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید

فتاویٰ تحریر ہوئے، اس طرح ہمارے دار الافتاء سے مناسک حج وعمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد کے فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کی وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء میں شائع کئے گئے اور اب کچھ پہلے کے اور کچھ گزشتہ سال حج اور اس کے بعد کے فتاویٰ حصہ ہشتم میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

اور فتاویٰ حج وعمرہ کے آٹھویں حصے کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۳ ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

کراچی سے جانے والے کا ریاض یا جدہ سے احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ جانا چاہتا ہے اس کا سفر کراچی سے ریاض، وہاں سے جدہ پھر جدہ سے مکہ ہے اب وہ کراچی سے احرام باندھے یا ریاض میں جب رُکے تو وہاں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے؟ اسی طرح جدہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: سید عبداللہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ریاض سے احرام باندھ سکتا ہے کیونکہ ریاض میقات سے باہر ہے اور اس طرف کے رہنے والوں کی میقات "قَرنُ المَنَازل" ہے، امام ابو جعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

ولأهل نَجدٍ قرنٌ (۱)

اور امام ابو بکر جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وَقّتَ رسولُ الله ﷺ لأهلِ المدينةِ: ذا الحُليفةِ، و لأهلِ الشّام: الجُحفةَ، و لأهلِ نجدٍ: قَرْن (۲)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو اور اہلِ شام کے لئے جُحفہ کو اور اہلِ نجد کے قرن کو میقات مقرر فرمایا۔

اور اسے اب "السیل الکبیر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جدید پیمائش کے مطابق یہ مکہ مکرمہ سے ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور جدہ میقات کے اندر ہے اس لئے وہاں تک احرام باندھنے میں تاخیر نہیں کر سکتا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصّواب

يوم الأربعاء، ۲۲ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۷ نوفمبر ۲۰۱۲م 809-F

۱۔ مختصر الطّحاوی، کتاب الحج، باب ذکر الحج و العمرة، ص ٦۰

۲۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۲/۵۱۳

جدہ والوں کا بلا احرام مکہ آکر حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے لوگ جو جدہ میں رہتے ہیں وہ بلا احرام مکہ مکرمہ آتے ہیں اور وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرتے ہیں حالانکہ وہ حج کے ارادے سے ہی مکہ آتے ہیں کیونکہ اُن کے آنے کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے حج کے، اس صورت میں اُن کے اس فعل کا شرعِ مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد احمد، کراچی)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: وہ لوگ جو میقات اور حرم کے مابین رہتے ہیں جیسے جدہ کے رہنے والے وہ جب حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتے ہو تو اُن کے لئے بلا احرام مکہ مکرمہ آنا جائز ہے اور اگر حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں تو اُن کے لئے حُدودِ حرم میں احرام کے ساتھ داخل ہونا لازم ہے اور افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں سے احرام باندھ کر آئیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و هم الذين منازِلُهم فی نفس الميقات أو داخلَ الميقات إلى الحرَم، فوقتُهم الحِلُّ للحجّ و العُمرةِ، و هم فی سَعةٍ ما لم يَدخُلوا أرضَ الحَرمِ، و من دَويرةِ أهلهم أفضلُ، لهم دُخولُ مكةَ بغيرِ إحرام إذا لم يُريدوا نُسُكاً لا فيجب (٣)

یعنی، وہ لوگ کہ جن کے گھر نفسِ میقات پر یا میقات کے اندر حرم تک (یعنی حِل میں) ہیں تو حج وعمرہ کے لئے اُن کی میقات حِل ہے وہ گنجائش میں ہیں(٤) جب تک (حدود) حرم میں داخل نہ ہوں، اور اُن

٣۔ لُباب المناسك، باب المواقيت، فصل: فی الصّنف الثانی، ص ٩٢ (ص١١٦)

٤۔ یعنی وہ جواز و رُخصت اور عدمِ لزومِ کفارہ میں گنجائش میں ہیں (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ٩٢ (ص١٦٦)

کا اپنے گھروں سے احرام باندھنا افضل ہے، اور اُن کا بغیر احرام مکہ داخلہ جائز ہے جب کہ کسی نُسُک (حج یا عمرہ) کا ارادہ نہ رکھتے ہوں(٥) ورنہ واجب ہے۔(٦)

اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ١٣٦٦ھ لکھتے ہیں:

قال العلّامة الشّيخ قطب الدين فی "مَنسَكِه": و ممّا يجبُ التيقُّظُ له سكانُ جُدّة بالجيم، و أهلُ حُدَّة بالمهملة، و أهلُ الأودِية القَريبةِ من مكةَ، فإنّهم فی الأغلبِ يأتُون إلى مكة فی سادسِ ذی الحجّة أو فی السّابعِ بغيرِ إحرامٍ، و يحرُمُون من مكة للحجِّ، فعلى مَن كان حنفيًّا منهم أن يحرمَ بالحجِّ قبلَ أن يدخُلَ الحرَمَ، و إلّا فعليه دمٌ لمجاوزةِ الميقات بغير إحرامٍ، لكنّ للنّظر هنا مجالٌ إذا أحرَمَ هؤلاءِ من مكة هو معتادُهُم، و توجّهُوا إلى عرفةَ ينبغی أن يسقُطُ عنهم دمُ المجاوزةِ بوُصُولهم أوّل الحِلّ مُلَبّين، لأنه عودٌ منهم إلى ميقاتهم مع الإحرام و التّلبية، ذلك مُسقِطٌ لدَمِ المجاوزةِ، اللهم إلّا أن يقالَ: لا يعدُّ هذا عوداً منهم إلى الميقاتِ، لأنّهم لم يَقصُدوا العودَ إليه لتلافی ما لَزِمَهم بالمجاوزة، بل قصدُوا التَّوجُّهَ إلى عرفة، و لم أجدُ من تعرَّضَ لذلك، و الله أعلم بالصّواب اھ، و

٥۔ اور قاضی حسین بن محمد سعید مکی حنفی لکھتے ہیں: مصنّف کے قول "جب وہ کسی نُسُک کا ارادہ نہ رکھتے ہوں" کا مقتضایہ ہے کہ وہ لوگ اگر کسی کام سے مکہ آئیں پھر وہاں سے حج کا احرام باندھ لیں تو اُن پر کچھ لازم نہ ہوگا (إرشاد السّاری إلى مناسك الملاّ علی القاری، باب المواقيت، فصل: فی الصنف الثّانی، ص٩٢ (ص١١٦)

٦۔ یعنی وہ اگر کسی نُسُک کا ارادہ رکھتے ہوں تو احرام واجب ہے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقيت، فصل: فی الصّنف الثّانی، ص ٩٢ (ص١١٦)

قَد نقلـه الشّیخ عبد الله العفیفُ فی "شرحه" و أقرّه، اھ "حباب"، و قال فی "رد المحتار" عقب عبارة القَطبی: وقال القاضی محمد عید فی "شرح مَنسَکِه": و الظّاهرُ السُّقوطُ، لأنَّ العَودَ إلی المیقات مع التلبیة مُسقطٌ لدَمِ المجَاوزَةِ و إن لم یقصُدهُ، لحُصولِ المقصود، و هو التّعظیم (۷)

یعنی، علامہ شیخ قطب الدین نے اپنی "مَنسَك" میں فرمایا وہ کہ جس پر جدّہ، حدّہ اور مکہ کے قریب وادیوں میں رہنے والوں کو آنکھیں کھولنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ غالباً چھٹی یا ساتویں ذی الحجہ کو بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آتے ہیں اور مکہ مکرمہ سے حج کا احرام باندھتے ہیں تو اُن میں سے جو حنفی ہے اُس پر لازم ہے کہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل احرام باندھے ورنہ اُس پر بغیر احرام کے مکہ داخل ہونے کا دَم لازم ہوگا لیکن نظر و فکر کی اس میں گنجائش ہے وہ یہ کہ جب اِن لوگوں نے مکہ مکرمہ سے (حج کا) احرام باندھا جیسا کہ اُن کی عادت ہے اور عرفات کی طرف متوجہ ہوئے تو تلبیہ کہتے ہوئے اول الحل کو پہنچنے پر اُن پر سے (بلا احرام) گزرنے کا دَم ساقط ہو جانا چاہئے اور وہ (یعنی حل میں آ کر احرام کی نیت سے تلبیہ کہنا اُن کے حق میں بلا احرام) گزرنے کے دَم کو ساقط ہو کرنے والا ہے، مگر یہ کہا جائے کہ میقات کی جانب اِن کا یہ لوٹنا شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ انہوں نے میقات کی طرف لوٹنے میں اُس کی تلافی کا قصد نہیں کیا جو اِن پر (بلا احرام) گزرنے سے لازم آیا، بلکہ انہوں نے عرفات کی جانب توجہ کا قصد کیا، اور میں نے کسی کو نہیں پایا

۷۔ إرشاد السّاری إلی مناسك الملاّ علی القاری، باب المواقیت، فصل: فی الصّنف الثانی، تحت قول اللباب: إذا لم یریدو نسکاً، ص۹۳ (ص۱۱۶، ۱۱۷)

کہ جس نے ایسا کہا ہو، (یعنی، عدم سقوط کا قول کیا ہو) واللہ تعالیٰ اعلم بالصّواب اھ، اور اسے شیخ عبداللہ عفیف نے اپنی "شرح" (۸) میں نقل کیا اور اسے ثابت رکھا اھ "حباب" (۹) اور "رد المحتار" میں علامہ قطبی کی عبارت کے بعد لکھا کہ قاضی محمد عید نے اپنی "مَنسَك کی شرح" (۱۰) میں فرمایا کہ ظاہر سقوط ہے کیونکہ میقات کی جانب تلبیہ کے ساتھ لوٹنا حصولِ مقصود کی وجہ سے جو کہ تعظیم ہے دمِ مجاورۃ کو ساقط

۸۔ "رد المحتار" کے حوالے سے "إرشاد السّاری" میں قاضی محمد عید مذکور ہے جب کہ محقق محمد طلحہ بلال نے اُن کا نام خطیب قاضی عید بن محمد انصاری مکی حنفی ذِکر کیا ہے جو ۱۱۴۳ھ میں فوت ہوئے اور "لُباب المناسك" کی "خلاصة النّاسك" کے نام سے شرح لکھی اور اُن کے بھتیجے فقیہ جمال الدّین محمد بن محمد انصاری حنفی (من علماء القرن الثّانی عشر) نے بھی "لُباب المناسك" کی شرح لکھی ہے اور "در مختار" پر حاشیہ بھی تحریر کیا ہے، قاضی عید انصاری نے اگر مناسکِ حج پر کتاب لکھ کر اُس کی شرح نہ کی ہو تو مراد "خلاصة النّاسك" ہی ہوگی، و اللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۹۔ یہ مُلّا علی قاری کی شرح "المسلك المتقسط" پر حاشیہ ہے جو علامہ یحیٰ بن محمد بن صالح الحبابؒ مکی حنفی کی تصنیف ہے جو مکہ مکرمہ میں شیخ القراء تھے، فقیہ، محدِّث اور مُفسِّر تھے، مکہ مکرمہ میں ہی پیدا ہوئے، تمام علوم میں مہارت حاصل کی اور مسجد الحرام میں درس دیتے رہے، آپ سے بڑے بڑے علماء نے علم حاصل کیا جیسے علامہ طاہر سنبل (ت ۱۲۱۸ھ)، مفتی عبد الملک قلعی (ت ۱۲۲۸ھ)، فقیہ محمد سعید سنبل (ت ۱۲۱۶ھ) وغیرھم اور آپ ۱۱۷۸ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، مقدمة الکتاب، الفصل الثانی، المبحث الثانی، الحواشی علی شرح "اللباب" لعلی القاری، برقم: ۱)

۱۰۔ فقیہ عبداللہ بن حسن عفیف کازرونی مکی حنفی نے علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی کی کتاب "لُباب المناسك" کی شرح لکھی اور انہوں نے "لُباب المناسك" کا "بُغیة النّاسك" کے نام سے اختصار کیا اور پھر "أقرب المسالك" کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھی اور بقول محقق محمد طلحہ بلال کے کہ علامہ شامی جب "العفیف فی شرح مَنسَکه" لکھتے ہیں تو اُس سے مراد یہی شرح ("أقرب المسالك") ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ قاضی حسین مکی حنفی کی یہاں مراد کون سی شرح ہے اور آپ ۱۱۰۲ھ میں حیات تھے (المسلك المتقسط، مقدمة الکتاب، الفصل الأول، المبحث الثانی، شروح اللباب و مختصراته)

کرنے والا ہے اگرچہ اُس کا قصد نہ کرے۔

لہٰذا اِن پر کوئی کفّارہ باقی نہ رہے گا سوائے توبہ کے کیونکہ انہوں نے حج کے ارادے سے حرم میں بلا احرام داخلے کے گُناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصّواب

يوم الأربعاء، ١ ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ١٦ اکتوبر ٢٠١٢ م 816-F

شوال میں عمرہ ادا کر کے کراچی آ کر تمتّع کا احرام باندھ کر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں عمرہ کے لئے گیا اور اُس کی واپسی شوال المکرّم میں تھی، اس لئے جانے سے قبل شوال کے مہینے میں بھی عمرہ ادا کیا اور چلا گیا، پھر اسی سال وہ حجِ تمتّع کی غرض سے آیا اور حجِ تمتّع کیا، کیا اُس کا حجِ تمتُّع ہو گیا یا نہیں؟

(السائل: ڈاکٹر عبد الرحیم، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس کا حج تمتّع ہی واقع ہو گیا چنانچہ امام ابو بکر جصّاص رازی حنفی متوفی ٣٧٠ھ لکھتے ہیں:

و كذلك الكوفيُّ: إذا دَخلتُ عليه أشهُر الحجِ و هو بمكّةَ، لا يصحُّ له التّمتّعُ عند حتى يرجعَ إلى أهله، ثمّ ينشىء العمرة، ثم يحجُّ من عامه (١١)

یعنی، اسی طرح کوفی جب اُس پر حج کے مہینے آئے تو وہ مکہ مکرمہ میں تھا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُس کے لئے حجِ تمتّع درست نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے، پھر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، پھر اُسی سال حج کرے۔

١١۔ شرح الطّحاوی للرّازی، کتاب المناسك، فصل: أشهُر الحجّ، و إدخال الحجّ على العمرة، ٢/٥٠٦

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أن لا يدخلَ عليه أشهرُ الحجّ وهو حلالٌ بمكةَ أو مُحرمٌ ولكن قد طَافَ للعُمرةِ أكثرهُ قبلها إلاَّ أن يعود إلى أهله فيحرمُ بعُمرة (١٢)

یعنی، تمتّع کی دسویں شرط یہ ہے کہ اُس پر حج کے مہینے نہ آئیں کہ وہ مکہ میں بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو لیکن اُس نے عمرہ کا اکثر طواف اس سے قبل کر لیا ہو، مگر یہ کہ وہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔

اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و الحاصلُ: أنّه لو دخلتُ عليه الأشهُرُ و هو حلالٌ أو مُحرمٌ، ثمّ أحرمَ بعمرة من الميقات، أو لم يحرُم و حجَّ لا يكون متمتّعاً إلاّ أن يعودَ إلى أهلِه فيحرُم بعمرة فيكون حينئذ مُتمتِّعا اتفاقاً (١٣)

یعنی، حاصلِ کلام یہ ہے کہ اگر حج کے مہینے آ گئے اور (مکہ میں) بغیر احرام کے ہو یا مُحرم ہو پھر اُس نے میقات سے احرام باندھا یا احرام نہ باندھا اور حج کیا تو متمتّع نہ ہو گا مگر یہ کہ اپنے اہل کو لوٹے پھر عمرہ کا احرام باندھے تو اس وقت بالاتفاق متمتّع ہو گا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلثاء، ٧ ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ٢٣ اکتوبر ٢٠١٢ م 818-F

آفاقی کا بلا احرام سرزمین حرم سے گزرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ

١٢۔ لُباب المناسك، باب التّمتُّع، فصل: فى شرائطه، شرط العاشر، ص ٣٠١

١٣۔ المسلك المتقسط فى المسنك المتوسط، فصل: فى شرائطه، مع قوله: إلا أن يعود الخ، ص ٣٠١

والے یامدینہ شریف والے طائف سے جب لوٹتے ہیں ٹیکسی والے مختصر راستے کی وجہ سے نہ صرف میقات کے اندر سے گزرتے ہیں بلکہ بالکل حرم شریف کے قریب سے گزرتے ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد اقبال، مدینہ منورہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: طائف سے لوٹتے ہوئے حرم شریف سے گزرنے والے پر لازم ہے کہ وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کرے پھر آگے جائے، اگر ایسا نہیں کرتا تو ایسا راستہ اختیار کرے جو حرم سے ہوکر نہ گزرتا ہو، کیونکہ طائف میقات سے خارج ہے، طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے دو میقاتیں ہیں ایک ''سیل کبیر'' دوسری ''وادیٔ محرم''، لہٰذا طائف سے آنے والا جب آیا تو وہ میقات کے باہر سے آیا اور اُس کا قصد مکہ مکرمہ سے گزرنے کا ہے اِس لئے وہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا ہے اور اُس کے لئے بغیر احرام آنا جائز نہیں، چنانچہ ایسے شخص کے لئے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"لَا يَتَجَاوَزَ أَحَدُ الْمِيقَاتَ إِلَّا وَ هُوَ مُحْرِمٌ" (١٤)

یعنی، کوئی میقات سے نہ گزرے مگر یہ کہ وہ احرام والا ہو۔

١٤۔ المصنّف لابن أبی شيبة، كتاب الحجّ، باب لا يتجاوز أحد الوقت إلا محرم، برقم: ١٥٧٠١۔ أيضاً المعجم الكبير، برقم: ١٢٢٣٦، ٣٤٥/١١، بلفظ: "لَا تَجُوزُ الْوَقْتَ إِلَّا بِإِحْرَامٍ"۔ یعنی، نہ گزرے میقات سے مگر احرام کے ساتھ۔ أيضاً شرح معانی الآثار، كتاب الحجّ، باب دخول الحرم إلخ، برقم: ٤١٧٢، ٢٦٣/٢، و كتاب الحجّة، باب فی فتح رسول الله ﷺ مكة عنوةً، برقم: ٥٤٧٣، ٣٢٩/٣، بلفظ "لَا يَدْخُلُ أَحَدٌ إِلَّا مُحْرِمًا" یعنی، نہ داخل ہو کوئی ایک مکہ میں مگر احرام والا، أيضاً السُّنَن الكبرىٰ، كتاب الحجّ، باب دخول مكة بغير إرادة الحج و لا عمرةٍ، برقم: ٩٨٣٩، ٢٨٩/٥، و معرفة السُّنن و الآثار، كتاب المناسك، باب دخول مكة بغير إرادة حجٍ و عمرةٍ، برقم: ٣١٣٠، ١٦٩/٤، بلفظ: "مَا يَدْخُلُ مكةَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا وَ لَا مِنْ غَيْرِهَا إِلَّا بِإِحْرَامٍ" یعنی، نہ داخل ہو مکہ میں کوئی ایک اس کے اہل سے نہ اُس کے غیر سے مگر احرام کے ساتھ۔

اسی حدیث شریف کی بنا پر فقہاءِ احناف نے حکم دیا کہ آفاق سے آنے والا مکہ مکرمہ کسی بھی غرض سے آئے تو میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے چنانچہ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی ۳۲۱ھ نے لکھا اور امام ابوبکر احمد بن علی بصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے نقل کیا ہے کہ:

قال أصحابنا: لا يَدْخُلُ أحدٌ ممّن هو خارجُ الميقات إلّا بإحرامٍ، فإن دخلها بغير إحرامٍ فعليه حجةٌ أو عمرةٌ (١٥)

یعنی، اُن میں سے جو میقات سے خارج ہیں نہ داخل ہو مگر احرام کے ساتھ، پس اگر مکہ بغیر احرام کے داخل ہوا تو اُس پر حج یا عمرہ لازم ہے۔

علامہ حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

الآفاقی و مَن كان خارجَ الميقات، إذا قصدَ مكّةَ لحجّةٍ أو عُمرةٍ أو لحاجةٍ أُخرى، لا يُجاوزُ الميقات إلّا مُحرماً (١٦)

یعنی، آفاقی اور وہ جو میقات سے خارج ہے، جب حج یا عمرہ یا کسی اور کام کے لئے مکہ کا قصد کرے تو وہ میقات سے نہ گزرے مگر احرام والا۔

اور علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں کہ

كذالك لو أرادَ بمُجاوَزةِ هذه المَواقيتِ دخولَ مكّةَ، لا يجوزُ له أن يُجاوِزَها إلّا مُحرماً، سواء أراد بدخولِ مكّةَ النُّسُكَ مِن الحجِّ أو العُمرةِ أو التِّجارَةِ أو حاجة أخرى عندنا (١٧)

یعنی، اس طرح اگر ان مواقیت (خمسہ) سے گزرنے سے دخولِ مکہ کا ارادہ ہے تو ہمارے نزدیک اُس کے لئے بغیر احرام گزرنا جائز نہیں، چاہے مکہ داخل ہونے سے اُس کا نُسکِ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا تجارت

١٥۔ مختصر اختلاف العلماء، كتاب المناسك، الإحرام لدخول مكة، برقم: ٥٥٣، ٦٥/٢

١٦۔ فتاویٰ قاضیخان، كتاب الحج، ٢٨٤/١، دار المعرفة، ، و ١٧٣/١، دار الفكر

١٧۔ بدائع الصّنائع، كتاب الحج، فصل: أمّا بيان مكان الإحرام، ١٦٠/٣

یا کسی اور کام کا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ آفاق سے مکہ مکرمہ آنے والا کسی بھی ارادے سے آئے، حج یا عمرہ کے ارادے سے آئے یا تجارت کی غرض سے یا اُس نے وہاں سے گزرنا ہو، بہر حال وہ حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئے گا، بلا احرام آیا تو اس پر حج یا عمرہ دونوں میں سے کوئی ایک عبادت لازم ہو جائے گی، چنانچہ امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ ''کافی'' میں امام حاکم شہید کا قول نقل کرتے ہیں کہ

قال: و إذا دَخَلَ الرّجلُ مكّةَ فوجبَ عليه حجةٌ أو عمرةٌ (۱۸)

یعنی، فرمایا ایک (آفاقی) شخص جب مکہ میں داخل ہو گیا تو اُس پر حج یا عمرہ واجب ہو گیا۔

اور علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و مَن دخلَ مكّةَ بلا إحرامٍ وجب عليه أحدُ النُّسُكين (۱۹)

یعنی، جو شخص مکہ بغیر احرام کے داخل ہو گیا اُس پر دو نُسک (حج و عمرہ) میں سے ایک واجب ہو گیا۔

اور علامہ مجد الدین عبداللہ بن محمود حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لا يجوزُ للآفاقي أن يَتجاوزَها إلا مُحرماً إذا أرادَ دخولَ مكّةَ (۲۰)

یعنی، آفاقی کے لئے جائز نہیں کہ وہ میقات سے گزرے مگر احرام والا جب کہ اس کا مکہ داخل ہونے کا ارادہ ہو۔

اس کا حل پھر یہی ہو گا کہ وہ کسی میقات کو واپس جائے اور احرام باندھ کر آئے اور اگر نہیں جاتا تو وہیں سے احرام باندھے اور دَم دے، چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد

۱۸۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب المناسك، باب المواقیت، ۱۵۹/٤/۲

۱۹۔ کنز الدّقائق، کتاب الحج، باب مجاوزة المیقات بغیر إحرامٍ، ص ۳۱

۲۰۔ المختارُ الفتویٰ، کتاب الحج، ص ۷۹

ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ نے نقل کیا کہ

عن ابن عباسٍ رضی الله عنهما قال: إِذَا جَاوَزَ الْوَقْتَ فَلَمْ يُحْرِمْ حَتَّى دَخَلَ مَكَّةَ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ فَأَحْرَمَ، وَ إِنْ خَشِيَ إِنْ رَجَعَ إِلَى الْوَقْتِ، فَإِنَّهُ يُحْرِمُ وَ يُهْرِيْقُ لِذَلِكَ دَمًا (۲۱)

یعنی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میقات سے گزر گیا پس احرام نہ باندھا یہاں تک کہ مکہ میں داخل ہو گیا تو میقات کو لوٹے پس احرام باندھے اور اگر میقات کو لوٹنے میں خوف ہو تو وہ احرام باندھے اور اُس کے لئے بطور دَم خون بہائے۔

اور ایسے شخص کے لئے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعليه العَودُ إلى ميقاتٍ منها و إن لم يكُنْ ميقاتَه ليُحرِمَ منه، و إلّا فعليه دمٌ (۲۲)

یعنی، پس اُس پر مواقیت میں سے کسی میقات کو لوٹنا لازم ہے تا کہ وہاں سے وہ احرام باندھے اگرچہ وہ میقات نہ ہو (کہ جس سے بغیر احرام کے گزر کر آیا تھا) ورنہ اُس پر دَم لازم ہو گا۔

اور اسی طرح کے سوال کا جواب ''فتاویٰ حج وعمرہ'' حصہ چہارم کے صفحہ ۲۴ پر بھی موجود ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۷ شوال المکرّم ۱٤۳٤ھ، ۱۵ اغسطس ۲۰۱۳م 856-F

۲۱۔ فتح القدیر، کتاب الحجّ، فصلَ و المواقیت التی إلخ، ۳۳۵/۲

۲۲۔ رَدّ المحتار علی الدُّرِّ المختار، کتاب الحجّ، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: حَرُم تأخیر إلخ، ۵۵۱/۳، ۵۵۲

طواف کے پھیروں میں شک واقع ہوتو کیا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کو طواف کرتے وقت طواف کے چکروں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کیا کرے نیز اگر فرض طواف میں ایسا ہوتو کیا کرنا چاہئے اور غیر فرض میں ہوتو کیا کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: یادر ہے کہ فرض وواجب طواف اور غیر فرض وغیر واجب طواف کے چکروں کی تعداد میں شک کا حکم الگ الگ ہے، اگر یہ شک فرض یا واجب طواف میں واقع ہوتو از سرنو کرے اور اگر غیر فرض وغیر واجب طواف میں ایسا ہوتو غالب گمان پر انحصار کرے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اگر شک اُفتاد در عددِ اشواط، پس اگر طواف فرض است چنانکہ طواف زیارت وطواف عمرہ یا واجب است چنانکہ طواف وداع اعادہ کند اُورا از سرنو و بنانہ کند بر غالب ظن برخلاف نماز، واگر طواف غیر فرض است و غیر واجب است اعادہ نکند اُورا بلکہ بنا کند بر غالب ظن خود، وبعضے گفتہ اند کہ حکم شک در طواف مثل حکم اُو در نماز است مطلقاً اگر چہ طواف فرض باشد یا غیر اُو، پس بر این روایت استیناف کند طواف را اگر شک اول مرتبہ باشد واگر بسیار باشد تحری کند و بنا کند بر غلبۂ ظن اگر داشتہ باشد والّا بنا کند بر اقل چنانچہ کہ در نماز (۲۳)

یعنی، اگر طواف کے چکروں کی تعداد میں شک واقع ہو، پس اگر طواف فرض ہے جیسے طوافِ زیارت اور طوافِ عمرہ یا واجب ہے جیسے طواف وداع اُس کا از سرنو اعادہ کرے، غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز

۲۳۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب سیوم در بیان طواف و انواع آن، فصل ہشتم، در بیان مسائل متفرقہ إلخ، ص ۱۵۴، ۱۵۵

کے اور اگر طواف غیر فرض وغیر واجب ہے تو اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گمان پر بنا کرے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ طواف میں شک کا حکم مطلقاً نماز میں شک کے حکم کی مثل ہے اگر چہ طواف فرض ہو یا غیر فرض، پس اس روایت کی بنا پر اگر شک پہلی مرتبہ واقع ہوا ہوتو از سرنو طواف کرے گا اگر کافی بار ہوا ہوتو غور وفکر کرے گا اور غالب گمان رکھتا ہوتو اُس پر بنا کرے ورنہ کم پھیروں پر بنا کرے جیسا کہ نماز میں۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

لو شَكَّ فی عددِ الأشواطِ فی طوافِ الرُّكنِ أعادَهُ و لا يَبنی علی غالبِ ظَنّه، بخلاف الصّلاةِ، قیلَ: إذا كان يكثرُ ذلك يَتحرَّی "لُباب" و قال شارحُه: و مفهومه أنّه لو شَكَّ فی أشواطِ غيرِ الرُّكنِ لا يُعيدُهُ، بل يَبنی علی غلبة ظنّه، لأنَّ غيرَ الفرضِ علی التّوسعةِ، و الظاهر أنَّ الواجبَ فی حُكمِ الرُّكن لأنّه فرضٌ عمَلیٌّ (۲٤)

یعنی، اگر طوافِ رُکن میں پھیروں کی تعداد میں شک ہوتو اُس کا اعادہ کرے اور اپنے غالب گمان پر بنا نہ کرے برخلاف نماز کے، کہا گیا کہ جب اُسے کثرت سے شک ہوتا ہے تو غور وفکر کرے "لُباب" اور اس کے شارح نے فرمایا: اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر غیر رُکن طواف کے پھیروں (کی تعداد) میں شک واقع ہوتو اُس کا اعادہ نہ کرے بلکہ اپنے غالب گُمان پر بنا کرے، کیونکہ غیر فرض میں گنجائش ہے اور ظاہر ہے کہ واجب (طواف) رُکن کے حکم میں ہے کیونکہ وہ فرض عملی ہے۔

۲٤۔ ردّ المحتار علی الدرّ المختار، کتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزَمه إتمامه و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ۳/۵۸۲

یاد رہے کہ جہاں اعادہ کا حکم ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پورے طواف کا اعادہ کرے بلکہ اُسی چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا چنانچہ علامہ عبد القادر رافعی حنفی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

أی: أعاد الشوطَ الذی شكَّ فیه، و لیس المرادُ أنه یُعِیدُ الطَّوافَ كلَّه، كما یَظهرُ (۲۵)

یعنی، اس چکر کا اعادہ کرے کہ جس میں شک واقع ہوا اور یہ مراد نہیں ہے کہ پورے طواف کا اعادہ کرے جیسا کہ ظاہر ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲٦ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١١ نوفمبر ٢٠١٢م 813-F

عمرہ میں حلق سے قبل نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کرنا کیسا ہے اور اگر کوئی کرلے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد اشرف، لبیک حج اینڈ عمرہ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسا کرنا نہیں چاہئے کہ خلافِ سنّت ہے کہ سنّت کا خلاف کرنا محرومی کا سبب ہے اور اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا جس طرح قارن اگر طوافِ عمرہ اور سعی کے مابین نفلی طواف کرلے تو اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا، چنانچہ شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو أنه بینَ طوافِ العُمرةِ و سَعیِها اشتغَلَ بنومٍ أو أكلٍ لم

۲۵۔ تقریرات الرّافعی علی الدّر و الرّد المحتار، كتاب الحجّ، فصل: فی الإحرام، مطلب: فی طواف القدوم، تحت قول التنویر: یلزَمه إتمامه، و تحت قول الدّر: بخلاف الحجّ، ۳/۵۸۲

یَلزَمهُ دمٌ، فكذا إذا اشتغل بطواف التّحیّة (۲٦)

یعنی، اگر وہ طوافِ عمرہ اور اُس کی سعی کے مابین سونے اور کھانے میں مشغول ہوا تو اُس پر کچھ کفارہ لازم نہ ہوگا، پس اسی طرح اگر وہ طواف تحیۃ میں مشغول ہوا (تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا)۔

لہٰذا جب ایک شخص عمرہ میں طواف اور سعی کے مابین سو جاتا ہے یا کھانا کھاتا ہے یا طوافِ تحیۃ کرتا ہے اُس پر کچھ لازم نہیں آتا تو وہ شخص جو عمرہ میں سعی کے بعد حلق یا تقصیر سے قبل نفلی طواف کرلے تو اُس پر بھی کچھ لازم نہیں آئے گا۔ ایسا کر کے اُس شخص نے بھی سنّت کا خلاف کیا اور یہ کرے گا تو بھی سنّت کا خلاف ہوگا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ محرم الحرام ١٤٣٤ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢م 822-F

عمرہ کا طواف مکمل کیے بغیر نفلی طواف کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کے طواف میں صرف تین پھیرے دیئے باقی چھوڑ دیئے، دوسرے روز ایک مکمل نفلی طواف کیا اور تیسرے روز عمرہ کے بقیہ چار پھیرے دیئے اور سعی کی اور حلق کروایا، کیا اُس کا عمرہ ادا ہوگیا یا نہیں؟

(السائل:)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس کا عمرہ درست ہوگیا کیونکہ دوسرے روز کیے گئے نفلی طواف سے اُس کے عمرہ کا طواف مکمل ہوا کیونکہ عمرہ کا طواف پہلے لازم ہوچکا تھا اور عمرہ کا طواف نفلی طواف سے قوی ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

۲٦۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/۴/۳۴

ولو طَافَ لعُمرتهِ ثلاثةَ أُشواطٍ، ثُمَّ طَافَ للقُدوم كذلك، فالأشواطُ التی طَافَ للقُدوم محسوبةٌ من طواف العُمرة، فبقی علیه للعُمرة شوطٌ واحدٌ، فیكمله (۲۷)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف تین چکر کیا پھر اسی طرح (یعنی تین چکر) طوافِ قُدوم کیا، تو وہ چکر جو اُس نے طوافِ قُدوم کے لئے کئے وہ طواف عمرہ سے شمار کئے جائیں گے پس اُس پر عمرہ کے طواف کا ایک چکر باقی رہا ہے جسے وہ پورا کرے گا۔

اس مسئلہ میں طوافِ قُدوم کے پھیروں کو طواف عمرہ سے شمار کیا گیا، اس طرح یہاں طوافِ عمرہ کے بقیہ چکروں کو نفلی طواف سے پورا کیا جائے گا۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں کہ

اگر طواف کرد برائے عمرہ بعض اشواط وترک کرد بعض از انہا بعد از ان طواف زیارت کرد هفت شوط تمامها تکمیل کردہ شود طواف عمرہ را از طوافِ زیارت برابرست کہ متروک از طواف عمرہ قلیل باشد یا کثیر زیرنکہ طواف عمرہ لازم شدہ است اولاً پس آن اقوی باشد از طوافِ زیارت ازین حیثیت ہر چند کہ مستوی اند ہر دو در کیفیت (۲۸)

یعنی، اگر عمرہ کا طواف چند چکر کیا اور اُس سے چند چکر چھوڑ دیئے، اُس کے بعد سات چکر پورے طوافِ زیارت کیا تو طوافِ عمرہ کی تکمیل طوافِ زیارت سے کی جائے گی، برابر ہے کہ طوافِ عمرہ سے متروک قلیل ہو یا کثیر کیونکہ طواف عمرہ اولاً لازم ہوا ہے پس وہ اس حیثیت سے طوافِ زیارت سے زیادہ قوی ہے ہر چند کہ دونوں کیفیت میں برابر ہیں۔

۲۷۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامه، فصل: أی فی تحقیق النیة، ص ۲۰۶۔۲۰۷

۲۸۔ حیات القلوب زیارۃ المحبوب، باب سیوم دربیان طواف انواع آن، فصل دویم: در بیان شرائط صحت طواف، ص ۱۱۷

اس مسئلہ میں عمرہ کے طواف کو طوافِ زیارت کے چکروں سے پورا کیا گیا اگرچہ دونوں فرض ہیں جب ایک فرض کی دوسرے فرض سے تکمیل درست ہوئی تو فرض کی نفل سے تکمیل بطریق اَولیٰ درست ہوگی۔

باقی رہا اُس کا نفلی طواف تو اُس نے اُسے دو دنوں میں مکمل کیا دوسرے روز کئے گئے طواف کے سات چکروں میں سے چار تو عمرہ کے طواف میں شمار ہوئے تین باقی رہے پھر تیسرے روز اُس نے طوافِ عمرہ کی نیت سے چار چکر دیئے تو اُس سے اُس کا نفلی طواف مکمل ہوگیا۔

اور وہ شخص عمرہ کے احرام میں نفلی طواف کرنے کی وجہ سے اسائت کرنے والا ہوگا۔

والله تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲م F-832

سعی کرنے والا کس صورت میں تلبیہ کہے گا؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سعی کرنے والے کے لئے تلبیہ کہنا جائز ہو کیونکہ عمرہ میں تلبیہ کا اختتام طواف کی ابتداء پر اور حج میں جمرۂ عقبہ کی رمی پر ہو جاتا ہے اس لئے سعی میں تلبیہ کے جواز کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالی وتقدس الجواب: سعی میں تلبیہ اُس حاجی کے لئے جائز ہے جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و یُلبّی فی السَّعی الحاجُّ لا المُعتمرُ (۲۹)

یعنی، حاجی سعی میں تلبیہ کہے گا نہ کہ معتمر۔

۲۹۔ لُباب المناسك، باب فی السّعی بین الصفا و المروة، ص ۱۹۲

اور حاجی سے مراد وہ حاجی ہے کہ جو طوافِ قُدوم کے بعد حج کی سعی کرے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أی: إن وَقَع سعیُه بعدَ طوافِ القُدوم (۳۰)

یعنی، اُس کی سعی طوافِ قُدوم کے بعد واقع ہو۔

اور سعی میں تلبیہ نہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

و لَو کان مُتمتِّعًا، لأنَّ التّلبیةَ تَنقطعُ بالشُّروعِ فی طوافِه، لا الحَاجُّ إذا سَعَی بَعدَ طوافِ الإفاضةِ لانقِطَاعِ تلبِیَتِهِ بأوّل رَمی الجَمرةِ (۳۱)

یعنی، اگرچہ متمتع ہو (وہ سعی میں تلبیہ نہیں کہے گا) کیونکہ تلبیہ طواف میں شروع ہوتے ہی منقطع ہو جاتی ہے، نہ (وہ) حاجی (سعی میں تلبیہ کہے گا) جب طوافِ زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ تلبیہ پہلی رمی کے ساتھ منقطع ہوگئی۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ۲۱ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ٦ نوفمبر ۲۰۱۲م 808-F

بلا عُذر وہیل چیئر پر سعی کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص باوجود قدرت کے وہیل چیئر پر سعی کرے تو اُس کی سعی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(السائل: سید عبد الرحمٰن)

باسمه تعالی وتقدس الجواب. قدرت رکھنے والے کے لئے

۳۰۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، ص۱۹۲

۳۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت

واجب ہے کہ وہ پیدل سعی کرے اور جیسا کہ اسے سعی کے واجبات میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

فإنّ المشی فی السَّعیِ واجبٌ عندنا (۳۲)

یعنی، پس بے شک سعی میں پیدل چلنا ہمارے نزدیک واجب ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی واجباتِ سعی کے بیان میں لکھتے ہیں:

و المشیُ فیه، فإن سَعَی رَاکباً أو محمولاً أو زاحفاً بغیر عُذرٍ فعلیه دمٌ، و لو بعُذرٍ فلا شیءَ علیه (۳۳)

یعنی، سعی میں پیدل چلنا واجب ہے پس اگر بلا عذر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر یا گھسٹ کر سعی کی تو اُس پر دَم لازم ہے، اور اگر عُذر کی وجہ سے کی تو اُس پر کچھ نہیں۔

اور امام محمود بن احمد بن عبد العزیز ابن مازہ نجاری حنفی متوفی ٦١٦ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علماء ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ

یَنبغی أن یطوفَ بالبیت ماشیاً، و لو طافَ راکباً أو محمولاً، أو سَعَی بین الصّفا و المروة راکباً أو محمولاً إن کان کذلك من عُذرٍ یُجزیه، و لا یلزَمهُ شیءٌ، و إن کان من غیر عُذرٍ فما دام یُمکنُه فإنّه یُعیدُ و إن رَجَعَ إلی أهله، فإنه یُریقُ کذلك دماً عندنا (۳٤)

۳۲۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب السّعی بین الصّفا و المروة، تحت قوله: و إن کان علی دابةٍ، ص۱۹۲

۳۳۔ لُباب المناسك، باب السّعی بین الصّفا و المروة، فصل: فی واجباته، ص۱۹۷

۳٤۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن: فی الجنایات، الفصل الخامس: فی الطّواف و السّعی إلخ، ۱/۲٤۷، و فیه: "إن کان ذلك" مکان "إن کان کذلك"، و "یجوز" مکان "یجزیه" و "فما دام مکة" مکان "فما یمکنه"۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الثّامن: فی الطّوافِ و السّعی، ۳/٦۱

یعنی، چاہئے کہ بیت اللہ شریف کا طواف پیدل کرے اور اگر سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اٹھوا کر طواف کیا یا سوار ہو کر یا اپنے آپ کو اُٹھوا کر صفا و مروہ کے مابین سعی کی، اگر اس طرح کسی عُذر کی وجہ سے ہے تو جائز ہے اور اُسے کوئی شئے لازم نہیں اور اگر بلاعُذر ہے تو جب تک اُسے ممکن ہے (یا وہ مکہ میں ہے) تو اُس کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو ہمارے نزدیک خون بہائے (یعنی دَم دے)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصّواب.

یوم الخمیس، ۲۳ ذو الحجۃ ۱۴۳۳ھ، ۸ نوفمبر ۲۰۱۲ م 810-F

صفا و مروہ پر دعائیں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ صفا و مروہ پر سعی کی ابتداء اور اختتام میں جو دُعا مانگی جاتی ہے اُس میں ہاتھ اُٹھائے جائیں یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین قادری)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صفا اور مروہ پر دعا کے لئے ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے اور ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

يَرفَعُ يَدَيهِ حَذوَ مَنكِبَيهِ جَاعلاً بَطنَها نحوَ السَّماءِ كما للدُّعاء (۳۵)

یعنی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر اس طرح اٹھائے گا کہ ہتھیلیاں آسمان کی جانب کئے ہوئے ہو۔

اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کے تحت لکھتے ہیں کہ

أی: كما يَرفعُهُما لمُطلقِ الدُّعاءِ فی سائرِ الأَمكِنةِ و الأَزمنة عَلی طِبقِ مَا وَرَدت به السُّنَّةُ، لا كما يفعلُه الجَهلةُ خصوصاً

۳۵۔ لُباب لمناسك، باب السّعی بین الصّفاء و المروۃ، ص ۱۸۹

مُعلِّمِی الغُرَباء مِن رَفعِ أَیدِیهِم إلی آذانِهم و أَكتَافِهم ثَلاثاً كُلَّ مَرَّةٍ مع التَّكبیر، فإنَّ السُّنَّةَ الثَّابتةَ بخلافه (۳۶)

یعنی، جیسے تمام مقامات اور زمانوں میں مطلق دعا میں اُٹھاتا ہے کہ جس پر سنّت وارد ہوئی ہے، نہ اِس طرح کہ جیسے جاہل لوگ کرتے ہیں خصوصاً مسافرین کے مُعلّم کہ وہ ہاتھوں کو کانوں تک اور کندھوں تک تین بار اُٹھاتے ہیں اور ہر بار تکبیر کہتے ہیں پس بے شک سنّت ثابتہ اس کے خلاف ہے۔

مصنِّف نے ہتھیلیاں آسمان کی جانب رکھنے کا ذِکر کیا اُس کی وجہ یہ ہے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

لأنّها قبلةُ الدُّعاء (۳۷)

یعنی، کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا روضۂ رسول ﷺ پر مواجۂ اقدس کی طرف منہ کر کے دُعا مانگنے سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ دُعا کا قبلہ آسمان ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳ ذو الحجۃ ۱۴۳۳ھ، ۲۹ اکتوبر ۲۰۱۲ م 819-F

رمی جمرۂ عقبہ کے بعد محرمہ کا دوسری محرمہ کے بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک محرمہ عورت کہ جس نے ۱۰ تاریخ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر لی ابھی اس کی قربانی نہیں ہوئی تھی اُس

۳۶۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسّط، باب السّعی بین الصّفا و المروۃ، ص ۱۸۹

۳۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، تحت قوله: جاعلاً بَطنَها نحو السّماء، باب السّعی بین الصّفا و المروۃ، ص ۱۸۹

نے دوسری ایسی عورت کا قصر کیا کہ جس کی قربانی ہو چکی تھی، اب بال کاٹنے والی عورت پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: حافظ محمد فاروق امجدی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت جس نے دوسری عورت کے بال کاٹے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں، اُس پر حج کی قربانی واجب ہو گی یا واجب نہیں ہو گی، کیونکہ اُس کا حج تمتع یا قران ہے تو قربانی واجب ہے، چنانچہ امام حسن بن منصور اُوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے نقل کیا:

و یجبُ الدَّمُ علی القَارِنِ و المتَمتِّع شُکراً لِمَا أنعَمَ اللّٰهُ تعالی علیه بتَسِیر الجَمعِ بینَ العِبادتَین (۳۸)

یعنی، قارن اور متمتع پر دَم واجب ہے اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں (حج و عمرہ) کے مابین جمع میں آسانی فرمائی اُس کے انعام کے شکرانے میں۔

اِسی لئے اِسے ''دم شکر'' کہتے ہیں اور عوام اُسے قربانی کا نام دیتے ہیں، اگر اُس بال کاٹنے والی عورت کا حج قران یا تمتع تھا تو اُس کے احرام کھولنے کا وقت ذبح کے بعد تھا اور اُس نے اس سے قبل دوسری عورت کے بال کاٹے تو اُس پر صدقہ لازم آئے گا، چنانچہ امام ابوالقاسم حسن بن منصور اُوز جندی حنفی لکھتے ہیں:

لو أخذَ المحرمَ شعرَ محرمٍ آخرَ، کان علیه الصّدقةُ (۳۹)

یعنی، ایک محرم نے دوسرے محرم کے بال لئے تو اُس (بال لینے والے) پر صدقہ ہے۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

۳۸۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فی التمتّع، ۱/۱۸۶
الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب السابع: فی القِران و التمتّع، ۱/۳۰۳

۳۹۔ فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج، فصل: فیما یجب بلُبس إلخ، ۱/۱۸۶

حَلقَ رأسَ مُحرمٍ أو حَلالٍ و هو مُحرمٌ، علیه صدقةٌ (۴۰)

یعنی، مُحرم یا غیر مُحرم کے بال مونڈھے حالانکہ وہ خود مُحرم ہے تو اُس پر صدقہ ہے۔

اور اگر اُس بال کاٹنے والی عورت نے حجِ افراد کا احرام باندھا تھا تو اُس پر کچھ بھی لازم نہ آئے گا کیونکہ اُس پر قربانی واجب نہیں ہے اُس کے احرام کھولنے کا وقت جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد ہے وہ اُس نے کر لی، اب دونوں کے احرام کھولنے کا وقت تھا لہٰذا وہ اپنے بال خود بھی کاٹ سکتی تھی، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حَلقَ رأسَه عند جواز التّحلُّلِ لم یلزمهُ شَیءٌ، ملخصاً (۴۱)

یعنی، جب مُحرم نے جوازِ تحلُّل کے وقت اپنا سر خود مونڈا تو اُس پر کچھ لازم نہیں۔

اور اپنے جیسی دوسری محرمہ کے بال کاٹ سکتی تھیں چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسك" اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ اس کی ''شرح'' میں لکھتے ہیں:

إذا حَلَقَ أی: المُحرمُ رَأسَ غیرِہ و لو کان مُحرماً، عند جواز التَّحلُّل أی: الخُروج من الإحرام بأداء أفعال النسك، لم یَلزَمهُ شَیءٌ، الأولیٰ لم یلزمها شَیءٌ (۴۲)

یعنی، جب ایک مُحرم نے دوسرے مُحرم کا سر جوازِ تحلُّل (یعنی احرام کھولنے) کے وقت مونڈا اگر دوسرا محرم ہو یعنی افعالِ نُسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت مونڈا تو اُسے کچھ لازم نہیں۔ اَولیٰ یہ ہے کہ کہا

۴۰۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثامن: فی الجنایات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قَلم الأظفار، ۱/۳۰۸

۴۱۔ لُباب المناسك، باب مناسك منی، فصل فی الحلق و التّقصیر، ص۲۵۳

۴۲۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسط، باب مناسك منی، فصل: فی الحلق و التقصیر، ص۲۵۳

جائے کہ دونوں کو کچھ لازم نہیں۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر قران یا تمتع کا احرام تھا تو بال کاٹنے والی پر صدقہ (یعنی صدقہ فطر) لازم آیا اور اگر افراد کا احرام تھا تو کچھ بھی لازم نہ آیا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱٦ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، یکم نوفمبر ۲۰۱۲م F-830

عورت کا ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں آنے والی خواتین میں سے ایک خاتون نے پاکستان سے آتے ہوئے جب عمرہ ادا کر کے بال کٹوائے تو سر کے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک تہائی بالوں میں سے ایک پورے سے کچھ کم بال کاٹے، اس طرح جب حج کے احرام سے فارغ ہونے کا وقت آیا تو بھی اتنے ہی بال کاٹے جب کہ اُس نے ایک پورے کی مقدار بال کاٹنے تھے، اب یہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان بن غلام حسین، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت احرام سے فارغ قرار دی جائے گی اور اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ حلق یا قصر میں واجب مقدار کم از کم چوتھائی سر ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی متوفی ١١٦١ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا:

و التَّقصیرُ أن یاخذَ الرّجلُ و المرأةُ من رُؤُوسِ الشَّعر رُبعِ الرّأسِ مقدارَ الأَنمِلَة، کذا فی "التبیین": قالوا: یجبُ أن یزیدَ فی التَّقصیرِ علی قُدرِ الأَنملة، إذ أطرافُ الشَّعرِ غیرُ مُتساویةٍ عادةً فَوَجَبَ أن یزیدَ علی قَدرِ الأَنمِلة حتی یستوفی قَدرَ

الأنمِلَة فی التَّقصیرِ یقیناً، کذا فی "غایة السّروجی شرح الهدایة" (٤٣)

یعنی، تقصیر یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے بالوں کے سِروں سے ایک پورے کی مقدار چوتھائی سر سے لیں، اسی طرح "التبیین" (٤٤) میں ہے کہ فقہاء کرام نے فرمایا، واجب ہے کہ تقصیر میں پورے کی مقدار سے زیادہ کرے، کیونکہ بالوں کے سِرے عادةً برابر نہیں ہوتے، پس واجب ہوا کہ پورے کی مقدار سے زیادہ کرے تا کہ تقصیر میں پورے کی مقدار یقیناً پوری ہو جائے۔ اسی طرح "غایة السّروجی شرح الهدایه" میں ہے۔

اور علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸٦ھ لکھتے ہیں:

و إن قَصرتُ بعضَ رأسِها و تَرکتِ البعضَ أجزَأها إذا کانت ما قَصرتُ مقدارَ رُبعَ الرَّأسِ فصاعداً (٤٥)

یعنی، عورت نے اگر سر کے کچھ حصے کا قصر کروایا اور کچھ کا چھوڑ دیا تو اُسے جائز ہوا جب کہ جو قصر کروایا ہے وہ سر کی چوتھائی کو پہنچ جائے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو جائز نہیں ہے چنانچہ علامہ عالم بن العلاء لکھتے ہیں:

و إن کانتَ أقلَّ من ذلك لا یُجزِیها اعتباراً للتّقصیرِ فی حقِّها بالحَلقِ فی حقِّ الرِّجالِ (٤٦)

یعنی، اگر اس سے (یعنی چوتھائی سے) کم ہے تو اُسے جائز نہیں عورتوں کے حق میں تقصیر کا مردوں کے حق میں حلق کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے۔

٤٣۔ الفتاوی الهندیة، کتاب المناسك، الباب الخامس: فی کیفیة أداء الحج، ۲۹٥/۱

٤٤۔ تبیین الحقائق، کتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: و الحلق أحب، ۳۰۸/۲

٤٥۔ الفتاویٰ التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٤۰٥/۲

٤٦۔ الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل رابع عشر: فی الحلق و القصر، ٤۰٥/۲

مذکورہ عورت نے تقصیر میں ایک تہائی بال کاٹے جو یقیناً چوتھائی سے زیادہ ہیں، باقی رہا پورے کی مقدار تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ پورے کی مقدار سے تھوڑا سا زیادہ کاٹنا واجب ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عادۃً سر کے بال برابر نہیں ہوتے اسی لئے ہمارے ہاں عورتوں کو تقصیر کا طریقہ بتایا اور سکھایا جاتا ہے اُس میں ایک تہائی بالوں کو سرے سے انگلی کے گرد لپیٹ کر کاٹنا بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک تو چوتھائی بالوں کا کاٹنا جو کہ واجب ہے وہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے اور انگلی کے گرد لپٹے ہوئے بال سیدھے کر کے ناپے جائیں تو تقریباً دو پورے کے برابر ہو جاتے ہیں جس میں واجب یقیناً ادا ہو جاتا ہے اور اگر عورت نے اگر ایسا ہی کیا تھا کہ انگلی کے گرد لپیٹ کر لپٹنے والے بالوں کے حصے سے کچھ کم کاٹے تھے اور قوی گمان بھی یہی ہے کیونکہ جس گروپ کی خاتون کے بابت سوال ہے اس نے جہاں حج کی تربیت حاصل کی جو کتاب اُسے دی گئی اس میں یہی طریقہ ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اُس نے انگلی کے پورے سے بالوں کے سرے کو ناپ کر پورے سے کم بال کاٹے ہوں گے تو اس سے واجب ادا نہ ہوگا کیونکہ تقصیر یہی ہے کہ چوتھائی سر کے بال کم از کم ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں چنانچہ علامہ حسن بن منصور اوز جندی نے "فتاوی قاضیخان" (٤٧) میں علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے "ھدایہ" (٤٨) کے اندر، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے "حیات القلوب" (٤٩) میں یہی لکھا ہے۔

اور علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں کہ

٤٧۔ و التَّقصيرُ أن يقطعَ من رُؤُوسِ الشَّعر قدرَ الأنملةِ، یعنی، تقصیر یہ ہے کہ بالوں کے سروں سے پورے کی مقدار کاٹے جائیں (فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحجّ، فصل فی کیفیۃ الحج، ١٨٠/١)

٤٨۔ و التَّقصيرُ أن يأخذَ من رُؤُوس شعرهِ مقدارَ الأنمِلة، یعنی، اور تقصیر یہ ہے کہ اپنے بالوں سے ایک پورے کی مقدار لے (الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، ١-٢/١٧٩، مع الفتح)

٤٩۔ اقل گرفتن مقدار سر انگشت است از طول موئے، یعنی، کم از کم لینا بالوں کی لمبائی سے انگلی کے سر کی مقدار ہے (حیاة القلوب، ص٢٠٦)

قيل: هذا التقديرُ مرويٌّ عن ابن عمرَ و لم يُعلَم فيه خلاف (٥٠)

یعنی، کہا گیا ہے کہ (بال کاٹنے میں) یہ اندازہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور اس میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔

لہٰذا اِس عورت سے معلوم کر لیا جائے کہ اُس نے بال کیسے کاٹے تھے اگر اِس طرح کاٹے کہ جس سے واجب ادا ہو گیا جیسا کہ ہم نے لکھا ہے تو فبہا ورنہ اس کا مسئلہ معلوم کر لیا جائے کہ بغیر معلوم کئے ہم اُس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الإثنين، ١٣ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٩ اکتوبر ٢٠١٢م 831-F

متمتّع کا عمرہ ادا کر کے میقات سے باہر جانا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص حج کے مہینوں میں کراچی آیا اور عمرہ ادا کر کے شیڈول کے مطابق مدینہ شریف چلا جاتا ہے پھر وہاں سے صرف حج کا احرام باندھ کر آتا ہے اور حج کرتا ہے تو اُس کا حج "تمتع" رہے گا یا نہیں؟

(السائل: حافظ محمد رضوان، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالىٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس کا حج "حجِ تمتع" ہی رہے گا چنانچہ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ٧١٠ھ لکھتے ہیں:

و لو اعتَمَر كوفيٌّ فيها و أقام بمكّةَ أو ببصرةَ، و حجَّ، صَحَّ تمتُّعه (٥١)

یعنی، اگر کوفہ کے رہنے والے نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور مکہ میں ٹھہرا یا بصرہ میں اور حج کیا تو اُس کا تمتع صحیح ہوا۔

٥٠۔ العناية على هامش الفتح، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: مقدار الأنملة، ٣٨٦/٢

٥١۔ كنز الدقائق، كتاب الحجّ، باب التمتّع، ص٢٩

اور علامہ قاضی فقیہ حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی مکی حنفی متوفی ۱۳٦٦ھ نقل کرتے ہیں:

إنّ مَـنْ وَصَلَ إلى مكة من أهلِ المدينة و غيرهم كالحجّاج، و أحـرم بـعـمرة فی أشهُرِ الحجّ و حَلَّ منها، ثم طلع إلى الطّائف لـلتّـنـزّهِ أو غيرِه، ثمّ أحرم بالحج منه و نَزَلَ على عرفة: لا شَيْءَ عـلـيـه سـوَى دمِ التّـمتُّعِ و بـه صرَّحَ فی "غاية البيان" فی باب التّمتّع (٥٢)

یعنی، بے شک اہل مدینہ وغیرہ آفاقی حاجیوں میں سے مکہ مکرمہ پہنچا اور اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور (عمرہ ادا کر کے) اُس سے فارغ ہوا پھر سیر وتفریح یا کسی اور کام سے طائف گیا۔ پھر وہاں سے حج کا احرام باندھا اور عرفات آ کر پہنچا تو اُس پر کچھ نہیں سوائے دمِ تمتع کے اور "غاية البيان" کے باب التمتّع میں اسی کی تصریح کی ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ٤ ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ٢٠ اکتوبر ٢٠١٢ م 824-F

منیٰ کی راتیں مکہ میں گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ جب مزدلفہ سے آتے ہیں رمی کے بعد قربانی کے بعد، یا قربانی کے بعد، یا قربانی کا انتظار کئے بغیر مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں اور وہیں رہتے ہیں، صرف رمی کے لئے منیٰ آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں اور اس طرح کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو بظاہر بڑے دیندار نظر آتے ہیں اور بعض علم والے کہلاتے ہیں۔ اب شرع مطہرہ میں ایسے لوگوں کے لئے

٥٢۔ إرشاد الساری إلى مناسك ملا علی القاری، باب التمتّع، فصل: فی تمتع المكی، تحت قوله: فمن تمتّع منهم إلخ، ص ٣٠٧، دار الكتب العلمية، و ص ٣٩١ المكتبة الإمدادية

کیا حکم ہے؟

(السائل: عبداللہ، کراچی)

باسمه تعالى وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں ایسے لوگ سنّت مؤکدہ کا خلاف کر کے اسائت کے مرتکب ہوتے ہیں چنانچہ امام شمس الدین ابوبکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ٤٩٠ھ لکھتے ہیں:

قـال: و إنّ الـذی أتى مكّةَ لطوافِ الزّيارةِ باتَ بها فنَامَ مُتعمّداً أو فـی الـطّـريـق فـقـد أساءَ، و ليس عليه شئٌ إلّا الإساءَةَ، لِمَا روى أن عمرَ رضی الله عنه كان يؤدّبُ النّاس على تَركِ المَقامِ بمنًى فی ليالی الرَّمی، و لكن ليس عليه شئٌ عندنا (٥٣)

یعنی، بے شک وہ جو مکہ مکرمہ طواف زیارت کے لئے آئے وہیں رات گزارے، وہیں یا راستے میں جان بوجھ کر سو جائے تو اُس نے اسائت کی اور اُس پر کچھ نہیں ہے سوائے اسائت کے، اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ لوگوں کو رمی کی راتیں منیٰ میں قیام ترک کرنے (یعنی قیام نہ کرنے) پر تادیب کرتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک اُس شخص پر کچھ (دَم یا صدقہ) لازم نہیں ہے (سوائے اسائت کے)۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الخميس، ١٤ شوال المكرّم ١٤٣٤ھ، ٢٢ اغسطس ٢٠١٣ م 857-F

قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ قارن پر کب دو جزائیں لازم آتی ہیں اور کب ایک جزاء لازم آتی ہے، اس کے لئے اصول کیا ہے؟

(السائل: محمد عرفان احمد)

٥٣۔ المبسوط للسّرخسی، كتاب المناسك قبل باب القران، ٢/٤/٢٢

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اصول یہ ہے کہ وہ جنایت جو احرام سے متعلق ہو اس میں قارن پر دو جزائیں اور وہ افعال جو حج وعمرہ سے متعلق ہوں اس میں ایک جزاء لازم آتی ہے، چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

كل ما على المفرد به دمٌ بسبب جنايته على إحرامه فعلى القارن دمان و كذا الحكم فى الصدقة (٥٤)

یعنی، جس قصور میں تنہا حج کرنے والے پر ایک دَم واجب ہوتا ہے بسبب اُس کے احرام پر جنایت کے تو اس فعل میں قارن پر دو دَم واجب ہوتے ہیں (ایک حج کا اور دوسرا عمرہ کا) ایسا ہی حکم ہے وجوب صدقہ میں۔

اس کے تحت علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

يعنى بفعل شيء من محظوراته لا مطلقاً، إذ لو ترك واجباً عن واجبات الحج أو قطع نبات الحرم لم يتعدّد الجزاء، لأنه ليس جناية على الإحرام (٥٥)

یعنی، جنایتِ احرام سے اُس چیز کا کرنا مراد ہے جو احرام کے ممنوعات سے ہے نہ کہ مطلقاً (ہر طرح کی جنایت) کیونکہ اگر تنہا حج کرنے والا کوئی واجب فعل حج کے واجبات سے ترک کرے یا حرم کی گھاس کاٹے تو اُس پر جزاء متعدد نہیں ہوگی (یعنی دو دَم لازم نہیں آئیں گے) اس لئے کہ جنایت احرام پر نہیں۔

اور وہ کون سی چیزیں ہیں کہ جن میں ایک دَم اور دو دَم لازم آتے ہیں اس کے بارے

٥٤۔ تنوير الأبصار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، ص ١٧٠

٥٥۔ الدرّ المختار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، تحت قول التنوير: و كل ما على ...... على إحرامه، ص ١٧٠

میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أي: محظورات الإحرام، أي: ما حرم عليه فعله بسبب نفس الإحرام لا من حيث كونه حجّاً أو عمرة، و لا حرم بسبب غير الإحرام و ذلك كاللبس و التطيب و إزالة شعر أو ظفر، فخرج ما لو ترك واجباً، كما لو ترك السعى أو الرمى أو أفاض قبل الإمام أو طاف جنباً أو محدثاً للحجّ أو العمرة فإن عليه الكفارة، و لا تتعدّد على القارن لأن ذلك ليس جناية على الإحرام، بل هو ترك واجب من واجبات الحجّ أو العمرة (٥٦)

یعنی، محظورات احرام یعنی جس کام کا کرنا اُس پر نفسِ احرام کے سبب سے حرام ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ حج یا عمرہ ہے اور نہ غیر احرام (کسی امر) کے سبب سے حرام ہو اور وہ (جو احرام کے سبب سے حرام ہیں) سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، بال دُور کرنا، ناخن تراشنا ہے پس اس سے نکل گیا جب اُس نے کسی واجب کو ترک کیا، جیسا کہ اگر سعی یا رمی کو چھوڑ دے یا امام سے قبل (عرفات سے) لوٹ آئے اور حالتِ جنابت میں یا بے وضو حج یا عمرہ کا طواف کرے تو اُس پر کفارہ ہے جو قارن پر متعدد نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ جنابت احرام پر نہیں ہے بلکہ وہ تو واجبات حج یا عمرہ میں سے ایک واجب کو ترک کرنا ہے۔

اور بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کی صورت میں قارن پر صرف ایک دَم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ تمرتاشی حنفی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

إلّا المجاوزة الميقات غير محرم فعليه دمٌ واحدٌ لأنّه حينئذٍ

٥٦۔ ردّ المحتار، كتاب الحجّ، باب الجنايات، مطلب: لا يجب الضّمان بكسر آلات اللّهو، ٢/٧٠١، ٧٠٢

لیس بقارنٍ (٥٧)

یعنی، مگر میقات سے بغیر احرام کے گزرنے میں تو اس پر ایک دَم لازم ہے کیونکہ اس وقت میں وہ قارن نہیں ہوا (اس لئے کہ اُس نے اس وقت تک احرام نہیں باندھا)۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعدہ ۱٤۳٤ھ، ۱٦ سبتمبر ۲۰۱۳ م F-866

مقیم عارضی پر قربانی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مقیم عارضی پر عید کی قربانی واجب ہے جب کہ وجوب کی دیگر شرطیں اس میں پائی جاتی ہوں؟

(السائل: حافظ عامر قادری)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: قربانی کے وُجوب کی شرطوں میں سے یک شرط مقیم ہونا ہے جیسا کہ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

و الأضحیّةُ واجبۃٌ فی قولِ أبی حنیفةَ علی المُقیمِینَ الوَاجِدِینَ مِن أھلِ الأمصَارِ و غَیرِھِم (٥٨)

یعنی، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول کے مطابق قربانی اہل شہر وغیرہم پر واجب ہے جو مقیم ہوں۔

اور امام شمس الدین ابو بکر محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ٤۹۰ھ لکھتے ہیں:

وھی واجبۃٌ علی المَیَاسِرِ، و المُقِیمِینَ عندنا (٥٩)

یعنی، ہمارے نزدیک قربانی تونگروں اور مقیموں پر واجب ہے۔

٥٧۔ تنویر الأبصار و الدّرّ المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ۱۷۰

٥٨۔ مختصر الطّحاوی مع شرحہ للرّازی، کتاب الضّحایا، ۳۰٥/۷

٥٩۔ المبسوط للسّرخسی، کتاب الذّبائح، باب الأضحیّة، ۸/۱۲/٦

اور علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ٤۲۸ھ لکھتے ہیں:

الأُضحیّةُ واجبۃٌ علی کلِّ حُرٍّ مُسلمٍ مُقیمٍ (٦٠)

یعنی، قربانی واجب ہے ہر آزاد، مسلمان، مقیم پر۔

اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

تجبُ علی مُسلمٍ مُوسرٍ مُقیمٍ (٦١)

یعنی، قربانی واجب ہے مسلمان، تونگر، مقیم پر۔

اور علامہ عبد اللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ٦۸۳ھ لکھتے ہیں:

و ھی واجبۃٌ علی کُلِّ مُسلمٍ مُقیمٍ مُوسرٍ (٦٢)

یعنی، قربانی ہر مسلمان مقیم تونگر پر واجب ہے۔

اور یہ امام ابو حنیفہ، محمد بن حسن، حسن بن زیاد، زفر کا قول اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اور اہلِ تصحیح محبوبی، نسفی وغیرہما نے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے قول پر ہی اعتماد کیا ہے۔(٦٣)

اسی لئے مسافر پر قربانی واجب نہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں:

و لا تجبُ علی المُسافِرِینَ (٦٤)

یعنی، (امام اعظم کے قول کے مطابق) مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے۔

اور علامہ برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ٥۱٦ھ

٦٠۔ مختصر القدوری، کتاب الأضحیّة، ص۲۰۸

٦١۔ کنز الدّقائق، کتاب الأضحیّة، ص۱۲۲

٦٢۔ المختار الفتوی، کتاب الأضحیّة، ص۲٥٥

٦٣۔ التّصحیح و التّرجیح للعلامة قاسم، کتاب الأضحیّة، تحت قولہ: الأضحیّة واجبۃٌ إلخ، ص٤۱۸

٦٤۔ مختصر الطّحاوی مع شرحہ للرّازی، ۳۱٥/۷

لکھتے ہیں:

و لا أُضحيّةَ على المُسافِرِ (٦٥)

یعنی، مسافروں پر قربانی نہیں ہے۔

اور علامہ احمد بن سلیمان ابن کمال پاشا حنفی متوفی ۹۴۰ھ لکھتے ہیں:

لأنّها لا تَجبُ على المُسافرِ (٦٦)

یعنی، کیونکہ قربانی مسافر پر واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها الإقامةُ فلا تجبُ على المُسافرِ (٦٧)

یعنی، شرائطِ وُجوب میں سے ایک شرط اِقامت ہے پس مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط یہ ہیں: ۱۔ اسلام، ۲۔ اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں اِلخ۔ (درمختار وغیرہ)(٦٨)

اور قربانی کے مقیم پر واجب ہونے اور مسافر پر واجب نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے امام ابوالحسین احمد بن محمد بغدادی قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لأنّ المقيمَ قد يَلزمه فرضٌ لا يلزمُ المُسافرِ كالجُمعةِ و تمام عَددِ الصّلاةِ و إتمام الصَّومِ فی رمضانَ، و الأضحيّةُ عبادةٌ بدنيّةٌ، لأنّ الواجبَ فيها إراقة الدّم، فجازَ أن يختصَّ بها

٦٥۔ المحيط البرهانی، كتاب الأضحيّة، الفصل الأول: بيان وجوب الأضحيّة، برقم:١٠٨٧٠، ٨/٤٥٧

٦٦۔ الإيضاح شرح الإصلاح، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: غير مسافر، ٢/٣٩٠

٦٧۔ الفتاوىٰ الهنديّة، كتاب الأضحيّة، الباب الأوّل: فی تفسير ......إلخ، ٥/ ٢٩٢

٦٨۔ بہارِ شریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص ۱۱۰

المقيمُ (٦٩)

یعنی، کیونکہ مقیم کو کبھی وہ فرض لازم ہوتے ہیں جو مسافر کو لازم نہیں ہوتے جیسے جمعہ اور نماز کی رکعتوں کی پوری تعداد اور رمضان میں روزے پورے کرنا، اور قربانی عبادت بدنیہ ہے، کیونکہ اس میں واجب خون بہانا ہے، پس جائز ہے کہ یہ مقیم کے ساتھ مختص ہو۔

اور مسافر پر سے قربانی کے وُجوب کا سقوط مقیم سے اس وجوب کے سقوط کی دلیل نہیں ہے، چنانچہ امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

و ليس فی سُقوطِها عن المسافرِينَ ما يدلُّ على سُقوطِها عن المُقيمِينَ، لوُجُودِنا كثيراً من الفُروض يتعلّقُ وجوبُه بالمقيم دونَ المُسافرِ، منها الجُمعةُ، و الرّكعتان الأُخريان من الظُّهرِ، و تعيينُ فرضِ شهرِ رمضانَ، و صلاةُ العِيدَين، هذه كلُّها أمورٌ تلزَمُ المُقيمِينَ دونَ المسافِرِينَ (٧٠)

یعنی، قربانی کے مسافروں سے ساقط ہونے میں وہ دلیل نہیں ہے جو اِس کے مقیموں پر سے ساقط ہونے پر دلالت کرے، کیونکہ ہم بہت سے فرض پاتے ہیں کہ جن کا وُجوب مقیم سے متعلق ہے سوائے مسافر کے، اُن میں سے جمعہ ہے، ظہر (عصر اور عشاء) کی آخری دو رکعت ہیں، ماہِ رمضان کے فرض کا تعیین، اور نماز عیدین ہیں، یہ تمام اُمور مقیموں کو لازم ہیں نہ کہ مسافروں کو۔

اور قربانی کے وُجوب کے لئے پورے وقت مقیم رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

ولا تُشترطُ الإقامةُ فی جميعِ الوقتِ حتى لو كان مُسافراً فی

٦٩۔ التّجريد، كتاب الأضاحی، وجوب الضّحيّة، برقم: ٣١١٢٥، ١٢/٦٣٢٧

٧٠۔ شرح مختصر الطّحاوی، كتاب الضّحايا، الأدلّة على وُجوب الأضحيّة، ٧/٣١٨

أوّلِ الوقت، ثُمّ أَقامَ فی آخرِهِ تَجبُ علیه، وِ لو کان مُقیماً فی أوّلِ الوقت ثم سافرَ ثمّ أقامَ تجبُ علیه (٧١)

یعنی، اور پورے وقت کی اقامت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اول وقت میں مسافر ہو پھر اس کے آخر میں مقیم ہو گیا تو اس پر واجب ہے، اور اگر اول وقت میں مقیم ہو پھر مسافر ہو گیا پھر مقیم ہوا تو اُس پر قربانی واجب ہے۔

امام ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ٦١٦ھ نقل کرتے ہیں کہ

و فی "المنتقی" إذا اشتری شاةً ضحّی بها، فسافرَ فی أیّامِ الأُضحیّةِ قبلَ أن یضُحّی بها، فله أن یَبیعها (٧٢)

یعنی، "منتقی" میں ہے کہ اگر قربانی کے لئے بکری خریدی، پھر ایام قربانی میں قربانی کرنے سے قبل مسافر ہو گیا تو اُس کے لئے جائز ہے کہ اُسے بیچ دے۔

اس عبارت کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

أی: لا یَجبُ علیه ذلك (٧٣)

یعنی، اس کا مطلب ہے کہ اس پر یہ واجب نہیں ہے۔

اور علامہ نظام حنفی لکھتے ہیں:

هذا إذا سافر قبل أن یَشتری الأُضحیّةَ فإذا اشتری شاة للأُضحیّةِ ثم سافرَ ذکر فی "المنتقی" له أن یبیعَها و لا یُضحّی بها و کذا روی عن محمدٍ رحمه الله تعالیٰ أنه یَبیعُها، و مِن المَشائخِ مَن فصّلَ بَین المُوسرِ و المُعسرِ، فقال: إن کان

٧١۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیّة، الباب الأوّل: فی تفسیر ......إلخ، ٥/ ٢٩٢

٧٢۔ المحیط البرهانی، کتاب الأضحیة، الفصل الأول: بیان وجوب الأضحیة، برقم: ١٠٧٨٧، ٤٥٨،٤٥٧/٨

٧٣۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الأضحیّة، تحت قول التّنویر: الإقامة، ٩/ ٥٢٠

مُوسراً فالجوابُ کذلك، و إن کان مُعسراً یَنبغِی أن تَجبَ علیه و لا تَسقطَ عنه بالسَّفر و إن سافرَ بعد دخولِ الوقتِ قالوا: ینبغی أن یکونَ الجوابُ کذلك (٧٤)

یعنی، یہ اُس وقت ہے جب قربانی خریدنے سے قبل سفر شروع کیا، پس اگر قربانی کے لئے بکری خرید لی پھر سفر شروع کیا تو "منتقی" میں ذِکر کیا کہ اس کے لئے جائز ہے وہ اُسے بیچ دے اور اس کی قربانی نہ کرے۔

اور اسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ اُسے بیچ سکتا ہے، (٧٥) اور مشائخ میں سے بعض نے مالدار اور تنگدست میں فرق کیا ہے، تو فرمایا: اگر مالدار ہے تو وہی حکم ہے اور اگر تنگ دست ہے تو اُس پر واجب ہو جانا چاہئے اور اُس سے (قربانی) سفر کی وجہ سے ساقط نہ ہوگی اور اگر قربانی کا وقت شروع ہو جانے کے بعد سفر شروع کیا تو فرمایا: چاہئے کہ حکم وہی ہو۔

اور مسافر قربانی کرے تو اس کی قربانی نفل ہوگی چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی "فتاویٰ هندیه" (٧٦) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر قربانی واجب نہیں، اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے۔

اور "رد المحتار" (٧٧) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں مگر نفل کے طور پر یہ کرسکتا ہے ثواب پالے گا۔

اور حاجی پر قربانی کے وُجوب کے بارے میں عباراتِ فقہاء میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ مُحرِم پر قربانی واجب نہیں چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ١٠٨٨ھ لکھتے ہیں:

٧٤۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیّة، الباب الأولّ، ٢٩٢/٥

٧٥۔ اس کی علّت یہ ہے کہ وہ اس حال میں ہو گیا کہ جس پر سے قربانی ساقط ہو جائے۔ (المحیط البرهانی، ٤٥٨/٨)

٧٦۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب الأضحیّة، الباب الأول فی تفسیر...... إلخ، ٢٩١/٥، بلفظ: أمّا للتّطوّع

٧٧۔ ردّ المحتار علی الدّرّ المختار، کتاب الأضحیّة، تحت قول التّنویر: الإقامة، ٩/ ٥٢٠

و قیل: لا تلزمُ المُحرِمِ "سراج" (۷۸)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرم پر قربانی کرنا لازم نہیں۔ "سراج الوهاج" (۷۹)

اور سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و قیل، لا تَلزَمُ المُحرِمَ و إن کان من أهلِ مکة "جوهرة" عن "الخجندی" (۸۰)

یعنی، کہا گیا ہے کہ مُحرِم پر قربانی نہیں اگرچہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو۔ "جوهرة" (۸۱) عن "الخجندی"۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی لازم نہیں جب کہ وہ محرم ہو اور اہلِ مکہ پر قربانی واجب ہے (جب کہ وُجوب کی دیگر شرطیں پائی جائیں) چنانچہ علامہ شمس الدین محمد الخراسانی القہستانی متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

فلا تجبُ علی المسافرِ و الحَاجِ إذا کان مُحرماً و لو مِن أهل مکةَ کما فی "شرح الطّحاوی" لکن فی "المبسوط" إن علی أهلِ مکة التَّضحیّةُ و إن حَجُّوا (۸۲)

یعنی، پس مسافر اور حاجی پر قربانی واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو اگرچہ وہ اہل مکہ سے ہو جیسا کہ "شرح الطّحاوی" میں ہے لیکن "مبسوط" میں ہے کہ اہلِ مکہ پر قربانی ہے اگرچہ وہ خود حج کریں۔

۷۸۔ الدُّرّ المختار، کتاب الأضحیّة، ص۶۴۵

۷۹۔ السّراج الوهّاج، کتاب الذبائح، باب الأضحیة، تحق قول القدوری: علی کل مسلم حر مقیم إلخ، وفیه: و ذکر الخجندی أنها لا تجب علی الحاج إذا کان محرماً و إن کان من أهل مکة

۸۰۔ رَدُّ المحتار علی الدُّرّ المختار: ۶/ ۳۱۵

۸۱۔ الجوهرة النیّرة، کتاب الأضحیة، تحت قوله: علی کل حر مسلم مقیم إلخ، ۲/ ۲۴۱

۸۲۔ جامع الرّموز، کتاب التّضحیّة، ۲/ ۳۵۳

اور یہ بھی ہے کہ حاجی اور مسافر پر واجب نہیں، چنانچہ علامہ ابوبکر بن علی الحدادی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و لا تَجبُ علی الحَاجِ و المُسافرِ و أمَّا أهلُ مکةَ فإنّها تجبُ علیهم و إن حَجُّوا (۸۳)

یعنی، حاجی اور مسافر پر قربانی واجب نہیں، پس مگر اہلِ مکہ تو ان پر واجب ہے اگرچہ وہ حج کریں۔

اور "خجندی" سے نقل کرتے ہیں:

و فی "الحجندی": لا تجبُ علی الحَاجِ إذا کان مُحرماً و إن کان من أهلِ مکّةَ (۸۴)

یعنی، "حجندی" میں ہے کہ حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ محرم ہو اگرچہ اہل مکہ میں سے ہو۔

اور یہ بھی ہے کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ ملک العلماء علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

و ذکر فی "الأصل": ولا تجبُ الأضحیّةُ علی الحَاجّ (۸۵)

یعنی، "مبسوط" میں ذِکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں۔

اور فقہاء کرام کی حاجی سے مراد وہ حاجی ہے جو مسافر ہو چنانچہ امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۹۰ھ لکھتے ہیں:

و فی "الأصل" ذُکر عن إبراهیمَ قال: هی واجبةٌ علی أهلِ الأمصارِ ما خلا الحَاجّ و أرادَ بأهلِ الأمصارِ المُقیمِینَ و بالحَاجِّ المُسافِرینَ، فأمّا أهلُ مکّةَ فعلیهم الأُضحیّةُ و إن

۸۳۔ الجَوهرةُ النیّرة، کتاب الأُضحیّة، ص ۲۴۱

۸۴۔ الجَوهرةُ النیّرة: ۲/ ۲۴۱

۸۵۔ البدائع الصّنائع: ۶/ ۲۸۲

حجُّوا (٨٦)

یعنی، کتاب "الأصـــل" میں ابراہیم سے ذِکر کیا گیا کہ آپ نے فرمایا قربانی اہلِ شہر پر واجب ہے سوائے حجاج کے، انہوں نے اہل شہر سے مراد مقیم اور حجاج سے مراد مسافروں کو لیا ہے، مگر اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی لازم ہے اگر چہ حج کریں۔

اور علامہ کاسانی اور اُن سے علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ اور علامہ سید محمد ابوالسعود حنفی نقل کرتے ہیں:

و أرادَ بِـالحَاجِّ المسافرَ، فأمّا أهلُ مكّةَ فتجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حَجُّوا (٨٧)

یعنی، اور حاجی سے مراد مسافر ہے مگر اہلِ مکہ تو ان پر قربانی واجب ہے اگر چہ وہ حج کریں۔

اور السید ثابت ابی المعانی النمنکانی متوفی ۱۳۴۶ھ کے "فتاویٰ" میں ہے:

مسئلة: (تنبيه) ذُكِرَ في "الأصلِ": أنه لا تَجبُ الأضحيّةُ على الحَاجِّ، قال في "البدائع"، و"مبسوط السّرخسي": و أرادَ بالحاجّ المُسافر، و أمّا أهلُ مكّةَ فتَجبُ عليهم الأُضحيّةُ و إن حجُّوا اهـ۔ قال "الشّرنبلالي" فما في "الخجندي": أنّها لا تَجبُ على الحَاجِّ إذا كان مُحرماً، و إن كان مِن أهلِ مكّةَ يُحمل على إطلاق الأصلِ، و يُحملُ كما حُمِلَ على المُسافرِ (٨٨)

٨٦۔ المبسوط للسرخسي، كتاب الذّبائح، باب الأضحيّة، ٦/١٢/١٧

٨٧۔ بدائع الصَّنائع، كتاب التّضحيّة، فصل في شرائط الوجوب، ٦/٢٨٢۔ و غُنية ذوي الأحكام في بغية درر الحكّام، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: و شرائطها الإسلام و الإقامة، ١/٢٦٥۔ و فتح المعين على شرح الكنز لملّا مسكين، كتاب الأضحيّة، تحت قوله: مقيم، ص٢٧٧

٨٨۔ فتح الرحماني في فتاوى السيد ثابت أبي المعاني: ١/٢٢٦

یعنی، مسئلہ: (تنبیہ) "الاصـــل" (یعنی مبسوط) میں ذکر کیا کہ حاجی پر قربانی واجب نہیں، "بدائع" اور "مبسوط السرخسی" میں فرمایا: امام محمد علیہ الرحمہ نے حاجی سے مراد مسافر حاجی کو لیا ہے، اور اہلِ مکہ تو اُن پر قربانی واجب ہے اگر چہ وہ حج کریں اھ۔ شرنبلالی نے فرمایا جو "خجندی" میں ہے: حاجی پر واجب نہیں جب کہ وہ مُحرم ہو، اور اگر اہلِ مکہ میں سے ہو تو اصل کے اطلاق پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ (حاجی کو) مسافر پر محمول کیا گیا۔

اور صحیح یہ ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں، چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فَلَا تجبُ على حاجّ مسافرٍ: فأمّا أهلُ مكّةَ فتلزَمُهم و إن حجُّوا (٨٩)

یعنی، پس حاجی مسافر پر واجب نہیں، مگر اہل مکہ تو ان کو قربانی کرنا لازم ہے اگر چہ وہ حج کریں۔

اور سید ثابت ابی المعانی لکھتے ہیں:

و أما الأضحيّةُ، فإن كان مُسافراً فلا يَجبُ عليه و إلا كالمكِيِّ فتَجبُ كما في "البحر" (٩٠)

یعنی، "غنية الناسك" (ص١١٤) کے "باب كيفية اداء التمتع المسنون" میں ہے: مگر قربانی پس اگر مسافر ہے تو اس پر واجب نہیں ورنہ مکی کی مثل پر واجب ہے جیسا کہ "بحر الرائق" میں ہے۔ ردالمحتار کے مسائل رمی، ذبح اور حلق سے ماخوذ۔

٨٩۔ الدُّرّ المختار، كتاب الأضحيّة، ص٤٦٥

٩٠۔ فتح الرّحماني في فتاوى السّيد ثابت أبي المعاني، كتاب الحجّ، ١/٢٢٦

حقیقت یہ ہے کہ قربانی کے وجوب میں اعتبار حاجی اور غیر حاجی کا نہیں، مسافر اور مقیم کا ہے اس لئے مسافر ہے تو واجب نہیں، مقیم ہے تو واجب ہے اگر چہ وہ حاجی ہو، چنانچہ امام اہلسنّت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں کہ

> اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں، اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو الخ (۹۱)

امام اہلسنّت کی مندرجہ عبارت میں صراحۃً مذکور ہے کہ حاجی مسافر ہو تو اس پر عید کی قربانی واجب نہیں اور اگر مقیم ہو تو واجب ہے۔

صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

> مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرسکتا ہے ثواب پائے گا، حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی (۹۲)

فقہاء کرام نے اس مسئلہ لکھنے کے بعد جو مثال ذِکر کی اس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ جو حاجی مکہ کا رہنے والا ہو اُس پر قربانی واجب ہے جب وہ مالدار ہو اور جو حاجی مکہ کے رہنے والا نہ ہو اس پر واجب نہیں۔ اس طرح ایک نئی اصطلاح مقیم مستقل اور مقیم عارضی نے جنم لیا اور انہوں نے اس حاجی پر جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اُس نے مکہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی ہو نماز تو پوری لازم کی مگر قربانی کے بارے میں کہا کہ اُس پر قربانی واجب نہیں حالانکہ مقیم عارضی اور مقیم مستقل کے مابین نماز اور قربانی وغیرہا کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی سے شغف رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

اور آفاقی اگر سفر میں استطاعت نہیں رکھتا تو اُسے چاہئے اپنے وطن میں کسی کو اپنی قربانی کا وکیل بنائے تا کہ وہ اس کی طرف قربانی کر دے اور اگر ایسا بھی نہیں کرنا تو اُسے چاہئے کہ وہ

۹۱۔ انوار البشارہ، ....

۹۲۔ بہار شریعت، حصہ (۱۵)، قربانی کا بیان، ص ۱۱۰

اِن ایام میں اقامت کی نیت ہی نہ کرے اور اگر کر چکا ہے تو ان ایام سے قبل مدّت سفر کے قصد سے مکہ مکرمہ سے چلا جائے اور مدت سفر کا قصد ضروری ہے اس سے کم کا قصد ہوگا تو مسافر نہ ہوگا چنانچہ علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

> لأن الإقامةَ أصلٌ إلّا إذا قَصَدُوا مَوضعاً بينهما مدةُ سفرٍ فيَقْصرونَ...... ، و إلا لا (۹۳)

> یعنی، کیونکہ اقامت اصل ہے مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ کا قصد کریں کہ جن کے مابین مدت سفر ہو تو وہ قصر کریں گے۔

اور ایام حج سے قبل واپس آجائے تو اس طرح اس کی اب مکہ میں اقامت کی نیت درست نہ ہوگی اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ وہ منیٰ روانگی سے دس روز قبل بھی آتا ہے تو نیت اقامت درست نہ ہوگی اس لئے کہ اُسے پندرہ روز سے قبل مکہ مکرمہ چھوڑ کر منیٰ روانہ ہونا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

> فلَو دَخَلَ الحاجّ مكّة أيَام العَشْر لم تصح نيتُه لأنّه يخرج إلى منى و عَرَفَةَ فصار كنيَّة الإقامةِ في غير موضعها (۹٤)

> یعنی، پس اگر حاجی ذوالحجہ کے دس دنوں میں مکہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (اقامت) درست نہیں کیونکہ وہ منیٰ اور عرفات کو نکلے گا، پس ہوگئی اقامت کی نیت اپنی جگہ کے غیر میں۔

اور کچھ لوگ جدہ چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اب مسافر ہو گئے حالانکہ وہ اگر مکہ مکرمہ میں مقیم تھے تو جدہ جانے سے مقیم ہی رہے کیونکہ جدہ سے مکہ مکرمہ کا عام راستہ جو اس وقت آمد و رفت کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے اس کے اعتبار سے جدہ مدت سفر نہیں بنتا اور

۹۳۔ الدّر المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص۱۰٦

۹٤۔ البحر الرائق شرح كنز الدّقائق، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: لا بمكة و منى، ۲/۲۳۲۔ الدّرّ المختار شرح تنوير الأبصار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بموضعين مستقلّين إلخ، ص۱۰٦ و اللّفظ له

اگر طائف یا مدینہ منورہ چلے جائیں تو مسافر ہو جائیں گے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ٦ذی القعدة١٤٢٧ھ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦م 265-F

اونٹ یا گائے میں شریک افراد کی جہاتِ مختلفہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند افراد کہ جن پر دَم لازم تھے مل کر ایک اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر چار افراد نے مل کر ایک گائے یا ایک اونٹ خریدا اور ایک کے دو دَم تھے دوسرے کے بھی دو اور تیسرے اور چوتھے کا ایک ایک دَم تھا، چوتھے شخص نے کہا کہ میرا ایک دَم ہے اور ایک حصہ میں اللہ کی رضا کے لئے کرتا ہوں تو یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، از مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: چند افراد مل کر دَم دینے کے لئے اونٹ یا گائے ذبح کر سکتے ہیں چنانچہ حدیث شریف ہے:

"البَدَنَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ وَ البَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَۃٍ" ورد ذلك فی حدیث جابر (٩٥)، و ابن عباس و ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهم

یعنی، اونٹ سات کی طرف سے اور گائے سات کی طرف سے۔

اور دوسری صورت جائز ہے جب کہ کسی کا گوشت کھانے کا ارادہ نہ ہو یعنی چھ دَم اور

٩٥۔ حدیثُ جابرٍ أخرجه مسلم فی "صحیحه" (صحیح مسلم، کتاب الحجّ، باب الإشتراك فی الهدی و إجزاء البقرة إلخ، برقم: ٣١٦١٤/ ٣٥٠۔ (١٣١٨)، ص٦٠٨) و أبو داؤد فی "سننه" (سُنَن أبی داؤد، کتاب الضّحایا، باب فی البقرة و الجزور، عن کم تجزی؟ برقم: ٢٨٠٩، ١٦٤/٣) و الترمذی فی "سننه" (سُنَن التّرمذی. کتاب الأضاحی، باب ما جاء فی الاشتراك فی البدنة، برقم: ١٥٠٢، ٤٤٧/٢) و ابن ماجة فی "سننه" (سُنَن ابن ماجة، کتاب الأضاحی، باب عن کم تُجزئُ البدنة و البقرة، برقم: ٣١٣٢، ٥٣٦/٣)

سا تو اں حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہی ہو، چنانچہ علامہ ابو منصور کرمانی لکھتے ہیں:

و لو اشترك جماعةٌ فی بدنةٍ أو بقرةٍ یریدون القربةَ أجزأهم، سواء اختلفتْ بهم الجهاتُ، أو اتحدتْ، بأن یذبحَ واحدٌ عن تمتّعٍ و الآخر إحصارٍ و غیر ذلك من القُرَبِ، فإن کان أحدُهم یُریدُ اللّحمَ، أو کان ذِمیاً یُریدُ القُربة لم یجز عن أحدٍ منهم (٩٦)

یعنی، اگر ایک جماعت اونٹ یا گائے میں شریک ہوئی سب قُربت الٰی اللہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو اُن کو جائز ہے چاہے ان کی جہات مختلف ہوں یا متحد، اس طرح کہ ایک حج تمتع کی طرف سے ذبح کرتا ہے دوسرا دَم احصار اور اس کے علاوہ اور قربتین (٩٧) پس اگر اُن میں سے کوئی ایک گوشت کا ارادہ رکھتا ہے یا ذمی کافر ہے جو قُربت چاہتا ہے تو اُن میں سے کسی کی طرف سے بھی جائز نہیں ہوگا۔ (٩٨)

لہٰذا اس طرح کرنے سے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے سب کے دَم ادا ہو جائیں گے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم السبت، ١٨ذو الحجة ١٤٣٣ھ، ٣ نوفمبر ٢٠١٢م 823-F

حجِ قِران یا تمتع میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے کیا اُس سے قربانی ادا ہو جاتی ہے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ اگر کوئی

٩٦۔ المسالك فی المناسك، فصل فیما یجزی و ما لا یجزی بالأسنان، ٩٩٤/٢

٩٧۔ المبسوط (کتاب الذبائح، باب الأضحیة، ١١/١٢/٦)، و البدائع الصنائع (بدائع الصّنائع، کتاب التّضحیة، فصل فی شروط جواز إقامة الواجب، ٣٠٦/٦)

٩٨۔ الجامع الصّغیر، کتاب الذبائح، ص٢٣١۔ و بدایة المبتدی، کتاب الأضحیة، ٣٥٦/٤۔٣۔ البحر الرائق، کتاب الأضحیة، تحت قوله: و إن مات أحد إلخ، ٣٢٥/٨

شخص یہ کہے کہ حج میں تمتّع یا قران کی ہدی سے قربانی کا وجوب ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ عوام النّاس بھی تمتّع اور قران کے دمِ شکر کو قربانی کا ہی نام دیتے ہیں؟

(السائل: محمد عرفان المانی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: اس سوال کے جواب میں امام ابوبکر جصّاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

لیس ھدیُ القِرانِ ھو الأضحیّۃ، و الدّلیل علیہ: أنّ مُضیَّ أیام النّحرِ یمنع صحۃَ الأضحیّۃ، و لا یمنعُ صحۃَ ھدی التّمتُّعِ، و لو کانت ھی الأضحیّۃ، لتعلّقتُ بالوقتِ لأنّ الأضحیّۃَ مخصوصۃٌ بوقتٍ لا یصحُّ فعلُھا فی غیرہ (۹۹)

یعنی، ہدی قِران وہ قربانی نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بے شک ایام نحر کا گزر جانا صحتِ قربانی تو مانع ہے اور صحتِ ہدی تمتّع کو مانع نہیں ہے، اگر یہ (یعنی ہدی قران یا ہدی تمتّع) قربانی ہوتی تو وقت سے متعلق ہوتی، کیونکہ قربانی وقت کے ساتھ مخصوص ہے جس کا اس وقت کے غیر میں کرنا درست نہیں ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حاجی متمتع یا قارن جو جانور دَمِ شکر کے طور پر ذبح کرتا ہے وہ قربانی نہیں ہے اور اس سے قربانی کا وجوب ادا نہیں ہوگا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۱۵ شوالِ المکرّم ۱۴۳۴ھ، ۲۳ اغسطس ۲۰۱۳م 859-F

مُحصِر صرف ذبح کروانے سے احرام سے باہر ہو جائے گا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ مُحصِر با لحج اگر جانور ذبح کروا دے تو صرف ذبح سے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا یا اس کے لئے حلق

۹۹۔ شرح مختصر الطّحاوی، کتاب الضحایا، الأدلۃ علی وجوب الأضحیّۃ، ۳۱۹/۷

کروانا ضروری ہوگا؟

(السائل: سید محمد طاہر نعیمی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں محصر کے احرام سے باہر آنے کے لئے ذبح کافی ہے حلق ضروری نہیں ہے چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں کہ

ولأن الحلقُ من أسبابِ التّحلُّلِ، و کذا الذّبحُ حتی یتحلَّلَ بہ المحصر (۱۰۰)

یعنی، کیونکہ حلق اسبابِ تحلُّل سے ہے اسی طرح ذبح (بھی اسباب تحلُّل سے ہے) یہاں تک کہ اس (ذبح) سے محصر احرام سے باہر آ جاتا ہے۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ، ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۳م 864-F

مکی کا عمرہ میں حلق سے قبل حج کا احرام باندھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید جو کہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہے اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا پھر عمرہ کا طواف اور سعی کی حلق نہ کیا تھا کہ اُسی احرام کے ساتھ اُس نے حج کی تلبیہ کہی اور حج بھی کر لیا، اب اِس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: ایسے مکی کے لئے جو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اُس کے افعال شروع کر دے پھر حج کا احرام باندھ لے، شرع کا حکم یہ ہے کہ وہ حج کو چھوڑ دے اور عمرہ اور حج کی قضاء کرے اور حج کے چھوڑنے کا دم بھی چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

۱۰۰۔ الھدایۃ، باب الإحرام، تحت قولہ ثم یذبح إن أحب ۱۔۲/۱۷۹

قال أبو حنيفةَ رحمه الله: إذا أحرَمَ المكیُّ بعُمرة و طاف لها شَوطاً ثم أحرَمَ بالحجّ، فإنّه يَرفُضُ الحجَّ و عليه لرَفضِه دمٌ و عليه حجّةٌ و عمرةٌ (١٠١)

یعنی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مکی نے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کا ایک پھیرا دے لیا، پھر حج کا احرام باندھا تو وہ حج کو چھوڑ دے اور اُس پر حج کو چھوڑنے کا دَم اور ایک عمرہ اور حج (کی قضاء) لازم ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أمّا حكم المكیُّ و مَن بمَعناهُ إذا أدخَلَ الحجَّ علی العُمرةِ إن كان بعدَ طَافَ أكثَرَهُ فيرفُضُ حَجَّه (١٠٢)

یعنی، مگر مکی نے اور وہ جو اُس کے معنی میں ہے جب حج کو عمرہ پر داخل کیا، اگر اُس نے عمرہ کا اکثر طواف ادا کرنے کے بعد ایسا کیا تو حج کو چھوڑ دے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

أی اتفاقاً، و عليه دمٌ (١٠٣)

یعنی، بالاتفاق اُسے حج چھوڑنا ہوگا اور اُس پر حج چھوڑنے کا دَم لازم ہوگا۔

اور اس صورت اُس پر دَم کے ساتھ حج اور عمرہ کی قضاء بھی لازم ہوگی چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

كُلُّ مَن لَزِمَه رَفضُ الحجّةِ فی البابَين فعليه لرفضِها دمٌ و قضاء

١٠١۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب إضافة الإحرام إلی الإحرام، ١۔٢/٢١١

١٠٢۔ لُباب المناسك مع شرحه، باب إضافة أحد النّسكين، ص٣٢٦ (ص٤١٦، ٤١٧)

١٠٣۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، ص٣٢٦ (ص٤١٦، ٤١٧)

حجّةٍ و عمرةٍ (١٠٤)

یعنی، ہر شخص کہ جس پر دونوں بابوں (١٠٥) میں حج کو چھوڑنا لازم ہوا تو اُس پر حج چھوڑنے کا دَم اور حج وعمرہ کی قضاء لازم ہوگی۔

اور اگر وہ نہیں چھوڑتا بلکہ ادا کرلیتا ہے جیسا کہ سوال میں ذِکر کردہ شخص نے کیا تو اُس پر ایک دَم لازم ہوگا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و كلُّ مَن لزِمَه الرَّفضُ فلم يَرفُض فعليه دمُ الجَمعِ (١٠٦)

یعنی، اور ہر شخص کہ جسے (حج یا عمرہ کو) چھوڑنا لازم تھا اور اُس نے نہ چھوڑا تو اُس پر حج وعمرہ کو جمع کرنے کا دَم لازم ہوگا۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الجمعة، ٢٤ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٩ نوفمبر ٢٠١٢م 811-F

طوافِ زیارت کے بعد حلق سے قبل ہمبستری کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حاجی اگر وقوفِ عرفہ سے قبل ہمبستری کرے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اگر وقوف کے بعد حلق سے قبل ایسا کرے تو اُس پر بدنہ لازم آئے گا اور اگر حلق کے بعد طوافِ زیارت سے قبل ایسا کر لے تو اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حاجی اگر حلق کروانے کے بعد طوافِ زیارت سے قبل جماع کرلے تو اُس پر بکری کی قربانی لازم آئے گی اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا چنانچہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ٤٢٨ھ لکھتے ہیں:

١٠٤۔ لُباب المناسك، باب إضافة أحد النّسكين، فصل: أی فی القضايا الكلية، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

١٠٥۔ يعنی باب الجمع بين النّسكين و باب إضافة الإحرام إلی الإحرام

١٠٦۔ لُباب المناسك، باب إضافة النسكين، فصل: أی فی القضايا الكلية إلخ، ص٣٢٨ (ص٤١٩)

و مَنْ جَامَعَ بعدَ الوُقوفِ بعرفةَ لم يَفسُد حجُّه و عليه بَدنةٌ، و إن جامَعَ بعدَ الحلقِ فعليه شَاةٌ (۱۰۷)

یعنی، جس نے وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس کا حج فاسد نہ ہوا اور اُس پر بدنہ لازم ہے اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامَعَ بعد الوُقوف فعليه بَدَنَةٌ و لا يفسُدُ حجّه، و إن جامَعَ بعد الحلقِ أو قبَّل أو لمسَ بشهوةٍ فعليه شاةٌ (۱۰۸)

یعنی، اگر وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کیا تو اُس پر بدنہ لازم ہے اور اُس کا حج فاسد نہ ہوگا، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا یا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چُھوا تو اُس پر بکری (ذبح کرنا) لازم ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إن جامعَ بعد الحَلقِ فعليه شاةٌ لبقاء إحرامه فی حقِ النّساء دون لبسِ المَخيطِ و ما أشبَهَ فخفَّت الجنايةُ فاكتفَى بالشَّاةِ (۱۰۹)

یعنی، اور اگر حلق کے بعد جماع کیا تو اُس پر (بطورِ دم) بکری (ذبح کرنا) لازم ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں اُس کا احرام باقی ہے سوائے سلے ہوئے کپڑے پہننے اور اس کی مثل دیگر اُمور کے، پس جنایت خفیف ہوگی تو بکری کافی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۵ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۱۰ نوفمبر ۲۰۱۲م 812-F

۱۰۷۔ مختصر القدوری، کتاب الحجّ، باب الجنایات، ص ۷۲

۱۰۸۔ المختار الفتوی، کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۸۹، ۹۰

۱۰۹۔ الهداية، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: فإن نظر إلخ مع قول البداية: و إن جامع إلخ، ۱۔۲/۱۹۸

حِل والے کا عمرہ کے احرام سے باہر آنے سے قبل حج کا احرام

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ جدہ میں مقیم ایک شخص نے سات ذوالحجہ کو جدہ سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ ادا کیا اور حلق یا قصر کروائے بغیر وہیں سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا اور اپنے آپ کو مفرد بالحج سمجھتے ہوئے جانور بھی ذبح نہ کیا، اب اس صورت میں اُس کا حج درست ہوا یا نہیں؟

(السائل: عبدالصمد، جدہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر دَم لازم ہوگا اور ساتھ توبہ بھی کرنی ہوگی کہ اُس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مذکور شخص حِل کا رہنے والا ہے اور جو لوگ میقات حرم یا حِل یا حرم میں رہتے ہیں اُن کے لئے حجِ تمتّع اور قران ممنوع ہے جیسا کہ کافی حاکم شہید (۱)، مختصر طحاوی (۲)، شرح مختصر طحاوی (۳)، مبسوط امام سرخسی (۴)، محیط امام سرخسی (۵)، محیط برہانی (۶)، ہدایہ (۷)، مختصر قدوری (۸)، کنز الدقائق (۹)، مجمع البحرین (۱۰)، وقایۃ الروایۃ (۱۱)، اور المختار الفتویٰ (۱۲) وغیرہا کُتبِ فقہ میں مذکور ہے۔

اور ممانعت کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و هذا لقوله تعالىٰ ﴿ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (۱۱۰) و الإشارة إلى التّمتُّع و فی معناه القِرانُ (۱۱۱)

یعنی، اور یہ (ممانعت) اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کی وجہ سے ہے کہ ''یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو'' اور اِس میں اشارہ حجِ تمتُّع

۱۱۰۔ البقرة: ۲/۱۹٦

۱۱۱۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قِران المکی، ص۲۹٦، دارالکتب العلمية، (ص۳۷۸، المكتبة الإمدادية)

کی طرف ہے اور اُسی معنی میں قِران ہے۔

اور اِن میں سے کوئی اگر تمتّع یا قران کرلے تو اُس نے بُرا کیا اور اُس پر دَم لازم آتا ہے جو کہ دَم جبر ہے نہ کہ دَم شکر چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی قِران کے بیان میں لکھتے ہیں:

فَمَن قَرَنَ منهم كان مُسيئًا، و عليه دمُ جَبرٍ (۱۱۲)

یعنی، پس ان (میقات یا اہلِ حِل یا اہلِ مکہ) میں سے جو حجِ قران کرے وہ مُسئ ہے اور اُس پر دَم جبر لازم ہے۔(۱۱۳)

اور تمتُّع کے بیان میں لکھتے ہیں:

ليس لأهلِ مكّة و أهلِ المواقيت، و مَن بينها و بين مكّة تمتُّعٌ، فمَن تمتَّعَ منهم كان عاصياً و مُسيئًا و عليه لإساء ته دمٌ (۱۱٤)

یعنی، اہل مکہ، اہل مواقیت اور جو مکہ اور میقات کے مابین ہیں اُن کے لئے تمتّع نہیں ہے پس اِن سے جو تمتّع کرے وہ گنہگار (۱۱۵) ہے (۱۱٦)

۱۱۲۔ لُباب المناسك، باب القران، فصل: فی قران المكي، صِ ۲۹٦، (ص۳۷۸)

۱۱۳۔ اس کے تحت مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: أي: كفّارةٌ لإساء ته حتماً (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب القران، فصل: فی قران المكي، ص۲۹٦)، یعنی، اُس کی اسائت کی وجہ سے حتماً کفارہ لازم ہے۔

۱۱٤۔ لباب المناسك، باب التمتّع، فصل: فی تمتّع المكي، ص ۳۰۲ (ص ۳۸۵)

۱۱۵۔ اس لئے اُس پر توبہ بھی لازم ہے، اور گناہ کا تدارک صرف توبہ کے ذریعے ہوسکتا ہے چنانچہ ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: و تدارُكُ إثمه و هو التوبة عن المعصية (المسلك المتوسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، تحت قوله: و الإثم؛ ص ۳۳۰، (٤۲۲)، یعنی، اس کے گُناہ کا تدارک اور وہ معصیّت سے توبہ کرنا ہے۔ اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں: و لا بدّ مِن التّوبة على كلّ حالٍ (لباب المناسك، باب الجنايات، ص ۳۳۰ (٤۲۲)، یعنی، (گناہ کی معافی کے لئے) بہر حال توبہ ضروری ہے۔

۱۱٦۔ اس کے تحت ملا علی قاری لکھتے ہیں: أي: لمخالفة الآية (المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب التمتّع، فصل: فی تمتّع المكي، ص ۳۰۲، (ص ۳۸۵۔ ۳۸٦) یعنی، وہ آیہ کریمہ کی مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہے اور یہ آیت وہ ہے کہ جس کا اُوپر ذکر کیا گیا۔

اور بُرا کرنے والا ہے اور اُس پر اس کی اسائت کی وجہ سے دَم لازم ہے۔

اور پھر ایسا شخص جب عمرہ کا اکثر طواف کرنے کے بعد حج کا احرام باندھے تو اُس پر حج کو چھوڑ دینا لازم آتا ہے اور اگر نہ چھوڑے بلکہ ادا کرلے کراہت کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور اس پر دَم لازم آئے گا چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

و لو مضى فيهما جازَ أي: أجزأهُ مع للإساء ة، أي: إساء ة الكراهة و عليه دَمُ الجَمْعِ (۱۱۷)

یعنی، اگر دونوں کو ادا کرلے تو جائز ہوا یعنی اسائت کے ساتھ اُسے جائز ہوا، اس سے مراد کہ کراہت کی اسائت کے ساتھ جائز ہوا اور اُس پر (غیر مشروع طریقے پر دو احراموں کو) جمع کا دَم لازم ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ۱۹ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ٤ نوفمبر ۲۰۱۲ م 815-F

دَم جبر کی ادائیگی علَی التّراخی واجب ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ حج یا عمرے میں اگر دَم وغیرہ لازم آجائے تو اُس کی ادائیگی علَی التّراخی لازم آتی ہے یا علَی الفور اور اگر فوراً لازم ہو تو تاخیر سے گُناہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(السائل: حافظ بلال قادری)

باسمه تعالى و تقدس الجواب: جنایتوں کی جزائیں اور کفّارے علَی التّراخی واجب ہوتے ہیں اس لئے تاخیر کے سبب گُناہ لازم نہیں آتا جب بھی ادا کرے گا ادا کرنے والا قرار پائے گا نہ کہ قضاء کرنے والا، اگرچہ کفّارے کو ساقط کرنے میں جلدی کرنا افضل ہے اور اگر ادا نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور اس صورت میں مرنے سے قبل وصیّت کرنا لازم ہے اور اگر وصیّت نہ کر کے گیا تو ورثاء پر اُن کی ادائیگی لازم نہیں، ہاں اگر وہ اپنی مرضی

۱۱۷۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب إضافة احدُ النُّسكين، ص ۳۲٦، (ص٤۱۷)

سے ادا کردیں تو نجات کی اُمید ہے۔

دَم (یہاں دَم سے مراد دَم جبر ہے نہ کہ دَم شکر) اور کفّارے علی التراخی واجب ہوتے ہیں ان کے بارے میں علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

اعلم أنّ الکفّاراتِ کُلّها واجبةٌ علی التّراخی (۱۱۸)

یعنی، جان لے کہ تمام کفّارے علَی التّراخی واجب ہیں۔

فلا یأثمُ بالتّاخیر عن أوّلِ وقتِ الإمکانِ و یکون مؤدیًّا لا قاضیاً فی أیّ وقت أدّی (۱۱۹)

یعنی، پس اول وقت امکان (۱۲۰) سے تاخیر کے سبب گنہگار نہ ہوگا جس وقت ادا کرے گا ادا کرنے والا کہلائے گا (۱۲۱) نہ کہ قضاء کرنے والا۔

إنّما یَتضیّقُ علیه الوُجوبُ فی آخرِ عُمرهِ فی وقتٍ یَغلبُ علی ظنّہ أنّه لو لم یُؤدِّہ لَفاتَ، فإن لم یؤدِّ فیه فماتَ أثِمَ و یجبُ علیه الوصیّةُ بالأداءِ (۱۲۲)

یعنی، وُجوب اُس پر اُس کی عمر کے آخر میں اُس وِقت تنگ ہوتا ہے جب اُس کو غالب گُمان یہ ہو جائے کہ اگر وہ (اُس وقت) ادا نہیں کرے گا تو (وقتِ ادا) فوت ہو جائے گا، پس اگر اُس وقت ادا نہ کیا اور مر گیا تو گُنہگار رہوا اور اُس پر ادائیگی کی وصیّت لازم ہے۔

و لو لم یُوصِ لم یَجِب فی التّرکةِ، و لا علی الوَرثةِ، و لو تبرّع

۱۱۸۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص۵۴۲، المکتبة الإمدادیة)

۱۱۹۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص۵۴۲)

۱۲۰۔ ''اول وقتِ امکان'' سے مراد ہے ادائیگی پر قدرت کے زمانے کی ابتداء (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳، دار الکتب العلمیة (ص۵۴۲))

۱۲۱۔ اس لئے کہ جزاؤں اور کفارات کا امر جلدی پر محمول نہیں ہے (المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص۴۲۳ دار الکتب العلمیة، (ص۵۴۲))

۱۲۲۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۲۳، (ص۵۴۲)

عنه الورثةُ جازَ (۱۲۳)

یعنی، اور اگر وصیت نہ کی تو ترکہ میں سے ادائیگی واجب نہ ہوئی اور نہ ورثہ پر (ادائیگی واجب ہے) اور اگر ورثہ نے اُس کی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہوا۔

اس کے تحت مُلاّ علی قاری لکھتے ہیں کہ ''اُس کی نجات کی اُمید ہے'' (۱۲۴)
اور ادائیگی میں جلدی کرنے کے بارے میں مُلاّ علی قاری لکھتے ہیں کہ:

و إنّما الفَورُ بالمُسارعةِ إلی الطّاعةِ و المُسَابقةِ إلی إسقاطِ الکفّارةِ أفضلُ، لأنّ فی تأخیر العبادات آفاتٌ، لذا قیل: عجّلُوا بأداءِ الصّلاةِ قبلَ الفَوت، و أسرعُوا بقضَائِها قبلَ الموت (۱۲۵)

یعنی، طاعت میں جلدی کرنا اور اسقاطِ کفّارہ میں سبقت کرنا افضل ہے کیونکہ عبادات کی تاخیر میں آفتیں ہیں اسی لئے کہا گیا کہ نماز کو اس کے فوت ہو جانے سے قبل ادا کرنے میں جلدی کرو اور اُس کی قضاء میں جلدی کرو موت سے قبل۔

واللہ تعالی أعلم بالصّواب

یوم الإثنین، ۲۰ ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۵ نوفمبر ۲۰۱۲م 817-F

حلق میں چند جگہ سے بال مونڈ لینے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج کے بعد عمرہ کیا سعی سے فراغت کے بعد اُس نے سر کی پچھلی جانب چند جگہ اُسترا پھروایا چونکہ سر کے بال بالکل چھوٹے تھے اس لئے اُس نے سمجھا کہ مجھے سر کا حلق لازم نہیں ہے اور

۱۲۳۔ لُباب المناسك، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص ۴۲۳ (ص۵۴۲)

۱۲۴۔ المسلك المتقسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، ص۴۲۳ (ص۵۴۲)

۱۲۵۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب: فی جزاء الجنایات و کفّاراتها، تحت قوله: اعلم أن الکفّارات إلخ، ص۴۲۳ (ص۵۴۲)

اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے اور جب اُسے چھ گھنٹے گزر گئے تو اُسے حلق کروایا گیا، اُس نے چھ گھنٹوں تک سلے ہوئے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے علاوہ کوئی کام ایسا نہ کیا تا جو خلافِ احرام قرار دیا جائے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں جب اُس نے حلال ہونے کی نیت کر لی اور ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب میں شروع ہو گیا کہ اُس نے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے، اُس نے اور بھی ممنوعات کا ارتکاب کیا ہوتا تب بھی ایک ہی جزاء لازم آتی، تعددِ جنایت پر متعدّد جزائیں اِس لئے لازم نہ آتیں کہ اُس نے ممنوعات کا ارتکاب تاویل سے کیا ہے گو کہ تاویل فاسد ہے مگر وہ دنیوی ضمانتوں کے اُٹھ جانے میں معتبر ہے۔

اور ایسی صورت میں فقہاء کرام کی تمام عبارت میں ایک دَم کے لزوم کا ذِکر ہے جیسا کہ ہم نے ''فاسد تاویل سے ممنوعاتِ احرام کے مرتکب میں مذاہب'' کے عنوان میں تحریر شدہ فتویٰ میں اُن میں سے متعدّد عبارات نقل کی ہیں، اُن میں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ ''متعدّد جنایات پر متعدّد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی'' اور یہاں متعدّد جنایات نہیں ہیں صرف ایک جنایت ہے وہ یہ کہ اُس نے چھ گھنٹے تک حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہنے، لہٰذا قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اُس پر ایک جزاء لازم آئے اور پھر ہمارے فقہاء نے بھی محظورات اور ممنوعات کا تذکرہ کیا اور یہاں محظورات نہیں بلکہ ایک محظور ہے، ممنوعات نہیں ایک ممنوع ہے اس لئے ایک ہی جزاء لازم ہوگی جیسا کہ محظورات اور ممنوعات کے ارتکاب پر ایک جزاء لازم کی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہاں جمیع محظورات کے ارتکاب پر دَم لازم کیا ہے اور ہم ایک محظور کے ارتکاب پر ایک صدقہ لازم کرتے ہیں کیونکہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کو صرف چھ گھنٹے ہی گزرے تھے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۱ محرم الحرام ۱٤۳٤ھ، ۱۵ نوفمبر ۲۰۱۲م 821-F

بے وضو نفلی طواف کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے بے وضو نفلی طواف کیا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: یاد رہے کہ نجاست حکمیہ سے طہارت مطلق طواف میں احناف کے صحیح مذہب کے مطابق واجب ہے چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

و هو الصّحیحُ من المذهب أنّ الطّهارة فی الطواف واجبةٌ (۱۲۶)

یعنی، صحیح مذہب (حنفی) میں طواف میں طہارت واجب ہے۔

اسی طرح علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ نے ''ھدایہ'' (۱۲۷) میں، علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ نے ''عنایہ'' (۱۲۸) میں علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ''البنایہ'' (۱۲۹) میں اور علامہ کاسانی حنفی نے ''بدائع الصنائع'' (۱۳۰) میں لکھا ہے۔

اور علامہ ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال أبو بکر الرّازی: إنّها واجبةٌ، بدلیلٍ أنّ الکفّارةَ تَجبُ بتَرکِهَا، فَدلَّ علی الوُجوبِ (۱۳۱)

۱۲۶۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسك، باب الطّواف، ۲/٤/۳۵

۱۲۷۔ الهدایة، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم محدثاً، ۱۔۲/۲۹۹، و فیه: و الأصح أنها واجبة لأنه یجب بترکها الجابر

۱۲۸۔ العنایة، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: و من طاف إلخ، ۲/۲۵۹

۱۲۹۔ البنایة، کتاب الحجّ، باب الجنایات، فصل: و من طاف طواف القدوم إلخ، ٤/۳۵۵

۱۳۰۔ بدائع الصنائع، کتاب الحجّ، فصل فی شرط طواف الزّیارة و واجباته، ۳/۶۹

۱۳۱۔ المسالك فی المناسك، فصل: فی شرائط صحة الطواف و ما یقع معتداً و ما لا یقع، ۱/٤۳۹

یعنی، امام ابوبکر رازی نے فرمایا کہ طہارت واجب ہے اس دلیل سے کہ اس کے ترک پر کفارہ واجب ہوتا ہے پس اس نے وجوب پر دلالت کی۔

اور علامہ رحمت اللہ بن قاضی عبد اللہ سندھی حنفی طواف کے واجبات کے بیان میں لکھتے ہیں:

الأول: الطهارة عن الحدث الأكبر و الأصغر (١٣٢)

یعنی، طواف کا پہلا واجب حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاکی ہے۔

اور نفلی طواف کا حکم وہی ہے جو طوافِ قدوم کا ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و حكم كلّ طوافِ تطوّعٍ كحكم طوافِ القدوم (١٣٣)

یعنی، ہر نفلی طواف کا حکم طوافِ قدوم کی مثل ہے۔(١٣٤)

اور طوافِ قدوم اگر بے وضو کیا تو اعادہ لازم ہے اعادہ نہ کرنے کی صورت میں صدقہ لازم ہوگا چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و من طاف طواف القدوم محدثاً فعليه صدقة (١٣٥)

یعنی، جس نے طوافِ قُدوم حدث کی حالت میں کیا تو اُس پر صدقہ ہے۔

لہٰذا نفلی طواف میں بھی صدقہ لازم آئے گا اور امام ابو القاسم حسن بن منصور اوز جندی حنفی متوفی ۵۹۲ھ اور اُن سے علامہ جلال الدین خوارزمی نے نقل کیا کہ:

و إن طاف بالبيتِ تطوُّعاً على غير طهارةٍ، عن محمد رحمه

١٣٢۔ لُباب المناسك، باب أنواع الأطوفة، فصل: فی واجبات الطواف، ص٢١٣، المكتبة الإمدادية

١٣٣۔ لباب المناسك، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف القدوم، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، المكتبة الإمدادية)

١٣٤۔ علامہ مرغینانی حنفی طواف قدوم کا حکم بیان کر کے لکھتے ہیں: و كذا الحكم فی كل طواف هو تطوع (الهداية، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١-٢/١٩٩) یعنی، اسی (طواف قُدوم) کی طرح حکم ہے ہر طواف میں جو نفلی ہو۔

١٣٥۔ بداية المبتدی، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١-٢/١٩٨

الله تعالىٰ: أنّه يلزمُهُ الصَّدقةُ، و قال بعضُ مشائخ العراقِ رحمهم الله تعالىٰ: يلزَمُه الدَّمُ (١٣٦)

یعنی، اگر بیت اللہ شریف کا نفلی طواف بغیر طہارت کے کیا تو امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اُسے صدقہ لازم ہے اور بعض مشائخ عراق نے فرمایا کہ اُسے دَم لازم ہے۔

اگر مکہ مکرمہ میں ہو تو چاہئے کہ اعادہ کر لے اور اگر چلا گیا تو صدقہ دے، چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و فی "البدائع": قال محمدٌ: و من طافَ تطوُّعاً على شَیءٍ من هذهِ الوُجوه، فأحبُّ إلينا إن كان بمكّةَ أن يُعيدَ الطواف، و إن كان رَجَعَ إلى أهلِه فعليه صدقةٌ (١٣٧)

یعنی، "بدائع الصنائع" میں ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا جس نے ان وجوہ میں سے کسی شئی پر نفلی طواف کیا تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اگر مکہ میں ہے تو اعادہ کرے، اور اگر اپنے اہل کو لوٹ گیا تو اُس پر صدقہ لازم ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم الأحد، ١٩ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٤ نوفمبر ٢٠١٢م 825-F

جدّہ والے کا شوال میں عمرہ ادا کر کے اسی سال حج کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص

١٣٦۔ فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الحج، الواجبات التی يجب بها الدّم على الحاج خمسة: ١/١٨٢، و اللفظ له۔ الكفاية مع الفتح، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف إلخ، ٢/٤٥٩

١٣٧۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف القدوم، تحت قوله: حكم كلّ طوافِ تطوّعٍ إلخ، ص٣٨٩ (ص٤٩٨، ٤٩٩، المكتبة الإمدادية)

جدہ میں مقیم ہے اُس نے اس سال شوال کے مہینے میں یا ذوالقعدہ میں عمرہ ادا کیا اور اب وہ چاہتا ہے کہ اسی سال حج ادا کرے کیا وہ حج ادا کرسکتا ہے یا نہیں، اگر کرسکتا ہے تو وہ کونسا حج کرے افراد یا تمتُّع یا قران؟

(السائل: از جدہ، C/O علامہ مختار اشرفی، لبیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں یہ شخص اس سال حج نہیں کرسکتا کیونکہ اُس نے حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کیا ہے، اور اگر کرے گا تو دَم لازم آئے گا، چنانچہ امام اکمل الدین بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

أعلم أنّ أهلَ مكة و من داخلَ الميقاتِ لا تمتُّعَ لهم و لا قِران عند أبی حنيفةَ و أصحابِه، و إمامُهم فی ذلك علیّ و عبدُ الله بنُ عباسٍ و عبد الله بنُ عمرَ رضی الله عنهم لو تمتَّعُوا جازَ و أساؤُا و لَزِمَهم دمُ الجبر (۱۳۸)

یعنی، جاننا چاہئے کہ اہل مکہ اور جو میقات کے اندر رہتے ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک اُن پر نہ تمتُّع ہے نہ قِران، اور اس مسئلہ میں اُن کے امام حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر یہ تمتُّع کریں تو جائز ہو جائے گا اور انہوں نے اساءت کی اور انہیں دَم جبر لازم آئے گا۔

واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ٦ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٢ اکتوبر ٢٠١٢م 826-F

عمرہ میں تین چکر کے بعد سعی کر کے حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ تمتُّع کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا اُس کے ساتھ اُس کی بوڑھی والدہ تھیں، ہجوم کی وجہ سے وہ

١٣٨۔ العناية شرح الهداية، باب التَّمتّع، ٤٢٨/٢

خاتون صرف عمرہ کے طواف کے تین چکر دے پائیں اور سعی کر کے قصر کروا دیا، اس صورت میں اُس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ محمد بلال بن عارف قادری، الفتانی حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئولہ میں اُس پر لازم ہے کہ وہ احرام کی پابندیاں شروع کر دے اور مکمل طواف کرنے کے بعد سعی کرے اور قصر کروائے اور ایک دم بھی اُس پر لازم ہوگا جو اُسے سرزمین حرم پر ہی دینا ہوگا کیونکہ طواف عمرہ میں رُکن ہے چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لأنّه رُكن العُمرةِ (١٣٩)

یعنی، کیونکہ طواف عمرہ کا رُکن ہے۔

اور اُس خاتون نے اس رُکن طواف کے صرف تین پھیرے دیئے جو کہ آدھے پھیروں سے کم ہیں اور اکثر یعنی آدھے سے زیادہ اُس نے چھوڑ دیئے، اِس لئے اُس کا یہ طواف شمار نہ ہوا، چنانچہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مَن تَرَكَ أربعةَ أشواطٍ بَقِیَ مُحرِماً أبداً حتى يَطُوفَها (١٤٠)

یعنی، جس نے طواف کے چار پھیرے چھوڑ دیئے وہ ہمیشہ مُحرم رہے گا یہاں تک کہ انہیں ادا کرے۔

اس کے تحت محقق علی الاطلاق امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

لأنّ المتروكَ أكثرُ، فصار لأنّه لم يطُف أصلاً (١٤١)

یعنی، کیونکہ چھوڑا ہوا طواف نصف سے زیادہ ہے پس یہ یوں ہو گیا گویا

١٣٩۔ المسلك المتقسّط فی المنسك المتوسّط، باب الجنايات، فصل: فی الجناية فی طواف العمرة، تحت قوله: و لا يجزئ عنه البدل أصلاً، ص٣٩٠ دار الكتب العلمية و ص٥٠٠، المكتبة الإمدادية

١٤٠۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الجنايات، فصل: و من طاف طواف القدوم، ١-١٩٩/٢

١٤١۔ فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات، ٤٦٥/٢

کہ اُس نے اصلاً طواف ہی نہ کیا۔(۱۴۲)

جب اُس کا طواف شمار نہ ہوا تو رُکن ادا نہ ہوا، جب رُکن ادا نہ ہوا تو احرام سے فارغ ہونا واقع نہ ہوا اس لئے کہ طواف میں سات میں سے چار پھیرے فرض تھے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنّ الفرضَ فی أشواطِ الطوافِ أکثرُ السّبع لا کلُّها (۱۴۳)

یعنی، طواف کے پھیروں میں فرض سات میں سے اکثر پھیرے ہیں نہ کہ تمام۔

لہٰذا اُس پر لازم ہوا کہ وہ احرام کی پابندیوں کی طرف لوٹ آئے اور کامل طواف کے بعد سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی، چنانچہ علامہ عالم بن العلاء انصاری حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و فی "الظّهیریة" (۱۴۴): و لو تَرکَ طوافَ العُمرةِ أکثرَه أو کُلّه و سَعَی بین الصَّفا و المروةِ و رجَعَ إلَی أهلِه فهو مُحرِمٌ أبداً و لا یجزئُ عنه البدلُ، وعلیه أن یعُودَ إلَی مکةَ بذلك الإحرام، لا یَجبُ علیه إحرامٌ جدیدٌ لأجل مُجاوزةِ المیقات، و فی "شرح الطّحاوی" یَطوفُ لها أو یَکمُلُ الطوافَ و یسعَی بین الصّفا و المروة و سعیَهُ الأول غیرُ جائزٍ (۱۴۵)

یعنی، ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں ہے کہ اگر عمرہ کا اکثر یا کُل طواف چھوڑ دیا اور صفا

۱۴۲۔ جب کہ صاحب ہدایہ نے خود یہ لکھا کہ لأن المتروكَ أکثرُ فصارَ کأنه لم یطُف أصلاً (الهدایة، کتاب الحج، باب الجنایات، طواف القدوم، ۱۔۲/۱۹۹) یعنی، کیونکہ متروک زیادہ ہے پس ہو گیا گویا کہ اُس نے اصلاً طواف نہیں کیا۔

۱۴۳۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الحجّ، باب الجنایات، تحت قول التّنویر: سبع الفرض، ۳/۶۶۴

۱۴۴۔ الفتاوىٰ الظهیریة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، ص۱۴۳

۱۴۵۔ الفتاوىٰ التّاتارخانیة، کتاب الحجّ، الفصل السّابع فی الطّواف و السّعی، جئنا إلی طواف العمرة، ۲/۳۹۰

و مروہ کے مابین سعی کی اور اپنے اہل کو لوٹ گیا تو وہ ہمیشہ مُحرم ہے اور اُس سے بدل جائز نہ ہوگا، اور اُس پر لازم ہے کہ اُسی احرام کے ساتھ مکہ کو لوٹے اور اُس پر میقات سے گزرنے کی وجہ سے نیا احرام لازم نہیں ہے، اور ''شرح الطحاوی'' میں ہے کہ عمرے کا طواف کرے یا طواف کو مکمل کرے اور صفا و مروہ کے مابین سعی کرے کہ پہلی سعی درست نہ ہوئی۔

اور اُس پر اُن تمام جنایات کے بدلے جو اُس سے سرزد ہوئیں جیسے بال کاٹنا، خوشبو لگانا وغیرہ ایک دَم لازم ہوگا کیونکہ اُس نے جتنی بھی جنایات کا ارتکاب کیا وہ اس فاسد گمان سے کیا کہ وہ اس طرح کرنے سے احرام سے باہر ہو گئی ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۵ذو الحجة ۱۴۳۳ھ، ۲۱اکتوبر ۲۰۱۲م 827-F

آفاقی کا حجِ افراد میں طوافِ قُدوم کو ترک کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص طائف سے آیا، میقات سے حج افراد کا احرام باندھا اور سیدھا عرفات پہنچا نہ اُس نے طوافِ قُدوم کیا نہ ہی حرم کی حدود میں داخل ہوا، اس صورت میں اُس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، از طائف)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں مذکورہ شخص کا حج درست ہو جائے گا اور اُس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا نہ گُناہ اور نہ کفّارہ، مفرد بالحج اور قارن کے لئے طواف قدوم سنّت مؤکّدہ ہے مگر وہ طواف اس شخص سے ساقط ہو گیا، چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و إذا لم یدخُلِ المُحرِمُ مکّةَ و توجه إلی عرفاتَ و وَقَفَ بها سقط عنه طوافُ القُدومِ (۱۴۶)

یعنی، پس اگر مُحرم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہوا اور

۱۴۶۔ بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الإحرام، فصل: و إذا لم یدخل مکة إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

وہاں وقوف کیا تو اُس سے طواف قُدوم ساقط ہو جائے گا۔

ساقط ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُس پر اس طواف کی قضاء لازم نہیں کیونکہ یہ طواف افعالِ حج کی ابتداء میں مشروع کیا گیا ہے جب اُس نے افعالِ حج کی ابتداء اُس کے بغیر کر لی تو اب اُسے ادا کرنا سنّت نہ رہا، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّـه شُرِع فی ابتداءِ الحجّ علی وجهٍ يترتّبُ عليه سائرُ الأفعالِ فلا يكونُ الإتيانُ بهِ علی غيرِ ذٰلك الوَجهِ سنّةً (۱٤۷)

یعنی، کیونکہ طواف حج کی ابتداء میں اسی وجہ پر مشروع کیا گیا ہے کہ اس پر حج کے تمام افعال مرتّب ہوتے ہیں لہٰذا اُسے اس وجہ کے غیر پر لانا (یعنی ادا کرنا) سنّت نہیں ہے۔

اور اس کے ترک پر کچھ لازم نہیں آئے گا، چنانچہ لکھتے ہیں.

و لا شيءَ عليه بتركه (۱٤۸)

یعنی، اس طواف کے چھوڑنے سے اُس پر کچھ شئی لازم نہیں۔

کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنت کا یہی حکم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

لأنّه سنّةٌ و بترك السنّة لا يجبُ الجابر (۱٤۹)

یعنی، کیونکہ یہ سنّت ہے اور سنّت کے ترک پر جابر (یعنی کفارہ) واجب نہیں ہوتا۔

اور اگر اُس کے پاس وقت تھا پھر نہ آیا تو اسائت کا مرتکب ضرور ہوگا کیونکہ سنّت مؤکدہ کے ترک پر یہی حکم ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۱۲ ذوالحجة ۱٤۳۳ھ، ۲۸ اکتوبر ۲۰۱۲م 828-F

۱٤۷۔ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، فصل: فإن لم يدخل مكة إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

۱٤۸۔ بداية المبتدی، كتاب الحجّ، باب الإحرام، فصل: و إذا لم يدخل إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

۱٤۹۔ الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، فصل، و إذا لم يدخل إلخ، ۱۔۲/۱۸۳

حلق سے قبل داڑھی کا خط بنوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ یا حج میں تمام افعال سے فراغت کے بعد جب حلق کا وقت آیا حلق کروانے سے قبل داڑھی کا خط بنوایا پھر حلق کروایا، اب اس صورت میں اُس پر کیا لازم آیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: اِس مسئلہ میں چند صورتیں بنتی ہیں، اُس نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہوگا یا صرف حج کا یا حج وعمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا ہوگا یعنی وہ قارن ہوگا، پھر اُس نے خط بنوانے میں صرف اُوپر سے بال منڈوائے ہوں گے یا نیچے گردن یعنی حلق کے بھی۔

اگر وہ صرف عمرہ یا حجِ افراد یا تمتّع کے احرام میں تھا اور اُس نے داڑھی کا خط بنوانے میں صرف اُوپر کے بال منڈوائے تو دیکھا جائے گا کہ جو بال اُس نے منڈوائے وہ داڑھی کا چوتھائی یا تہائی حصہ بنتے ہیں یا چوتھائی سے کم، اگر چوتھائی حصے کے برابر ہوں گے تو دَم لازم آئے گا کیونکہ جب اُس نے خط بنوایا اُس وقت وہ احرام میں تھا، احرام سے باہر صرف حلق یا قصر کے ذریعے ہوگا، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قـال: و علی هذا لو حلقَ لحيتَهُ أو ثُلُثَهَا أو رُبعَهَا فعلَيه دمٌ، لأنّه عضوٌ كاملٌ منفردٌ غيرُ تابعٍ لغيرها (۱۵۰)

یعنی، اس پر اگر داڑھی منڈوائی یا اس کا ایک تہائی یا چوتھائی منڈوایا تو اس پر دَم ہے کیونکہ وہ تنہا کامل عضو ہے کسی کا تابع نہیں۔

اور علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

إن بحَلْقِ رُبعِ الرَّأسِ و اللِّحيَةِ يجبُ الدّمُ (۱۵۱)

۱۵۰۔ المسالك فی المناسك، باب الجنايات، فصل: كفّارة جناية الحلق، ۲/۷۵٤

۱۵۱۔ الفتاوی التاتارخانية، كتاب الحج، الفصل الخامس فيما يحرم علی المحرم بسبب إحرامه و ما لا يحرم، نوع منه فی خلق الشعر و قلم الأظافير، ۲/۳۷٦

یعنی، بے شک چوتھائی سر اور داڑھی مونڈ نے سے دَم واجب ہوتا ہے۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

کُلّما کانت اللِّحیةُ مقصودةً بالحَلقِ فی بعضِ النّاس أُلحِقَتِ اللِّحیةُ بالرّأسِ احتیاطًا لإیجابِ الکفّاراتِ فی المناسِكِ (۱۵۲)

یعنی، جب داڑھی بعض لوگوں میں حلق میں مقصود ہے تو داڑھی سر کے ساتھ لاحق کی جائے گی۔

اور علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا کہ:

و إذا حَلقَ رُبعَ لِحیَتِه فصاعداً دمٌ (۱۵۳)

یعنی، جب داڑھی کے چوتھائی یا زیادہ کو مونڈھا تو دَم ہے۔

اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ لازم آئے گا چنانچہ علامہ نظام اور جماعت علماء ہند نے لکھا:

و إن کان أقلّ مِن الرُّبُع فصدقة، کذا فی "السّراج الوهّاج" (۱۵٤)

یعنی، اگر چوتھائی سے کم ہو تو صدقہ ہے اسی طرح "السّراج الوهّاج" میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طور پر دُور کیئے تو دَم ہے اور کم میں صدقہ ہے۔ (۱۵۵)

اور گردن الگ عضو ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ (۱۵۶)

۱۵۲۔ الفتاویٰ التاتارخانیة، ۳۷۵/۲

۱۵۳۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثالث: فی حلق الشعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۵٤۔ الفتاویٰ الهندیة، ۳۰۷/۱

۱۵۵۔ بہار شریعت، حج کا بیان، جُرم اور اُن کے کفارے، بال دور کرنا، مسئلہ (٤۹)، ۵۵۲/٦/۱

۱۵٦۔ بدایة المبتدی، کتاب الحجّ، باب الجنایات ۱۔۱۹۵/۲

اور اُن سے علامہ نظام حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ (۱۵۷) اور جماعت علمائے ہند نے نقل کیا:

و إن حَلقَ الرَّقبةَ کلَّها فعلیه دمٌ

یعنی، اگر پوری گردن مونڈھی تو اُس پر دَم ہے۔

اور اگر کچھ حصہ مونڈا تو صدقہ ہے چنانچہ علامہ نظام حنفی "محیط" (۱۵۸) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و إذا حَلَقَ عُضواً کاملاً فعلیه الدّم، و إن حَلَقَ بعضَه فعلیه الصّدقةُ، أراده به الفخذَ و السّاقَ و الإبطَ دون الرّأسِ و اللِّحیةِ، کذا فی "المحیط" (۱۵۹)

یعنی، جب پورا عضو مونڈھا تو اُس پر دَم ہے اور اگر اُس کا بعض مونڈا تو صدقہ ہے اور اس سے مراد ران، پنڈلی اور بغل ہے سوائے سر اور داڑھی کے، اسی طرح "محیط" میں ہے۔

اور علامہ سلمان اشرف لکھتے ہیں:

گردن یا ایک بغل پوری مونڈوائی تو قربانی واجب ہوئی اور پورے سے کم میں صدقہ اگرچہ نصف سے زیادہ مونڈوائی ہو، بغل اور گردن میں چوتھائی نصف اور نصف سے زیادہ سب ایک حکم رکھتے ہیں۔ (۱٦۰)

لہٰذا معتمر یا مفرد بالحج یا متمتع نے خط بنوانے میں داڑھی کا جو حصہ مونڈوایا وہ اگر داڑھی کا چوتھائی ہو تو دَم اور داڑھی کے نیچے کے خط میں صدقہ لازم ہوا اور اگر نیچے خط نہیں بنوایا تو صرف ایک دَم، اور اگر داڑھی کے اُوپر چوتھائی سے کم مونڈوایا تو صدقہ لازم ہوا اور نیچے بھی

۱۵۷۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثّالث فی حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱۵۸۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل الخامس: فیما یحرم علی المحرم بسبب إحرامه و ما لا یحرم، ٤۸/۳

۱۵۹۔ الفتاویٰ الهندیة، کتاب المناسك، الباب الثّامن فی الجنایات، الفصل الثّالث فی حلق الشّعر و قلم الأظفار، ۳۰۷/۱

۱٦۰۔ الحجّ، للعلامة سلیمان اشرف، محرم کو جن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، جزئیات، ص ۵۰

خط بنوایا تو دو صدقے ہو گئے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۱۵ ذوالحجة ۱۴۳۳ھ، ۳۰ اکتوبر ۲۰۱۲م 829-F

عام حالات میں عورت نماز میں منہ کھولے گی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت جب احرام میں نہ ہو تو نماز کے لئے اپنے چہرے کو کھولے گی یا نقاب میں ہی نماز پڑھ لے؟

(السائل: محمد ریحان)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ لکھتے ہیں:

جمیعُ بدنِ الحُرَّةِ عورةٌ إلَّا وجهَها و كفَّيها و قدمَيها (۱۶۱)

یعنی، آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے سوائے اس کے چہرے، ہاتھوں اور قدموں کے۔

عام حالات میں فقہاء کرام نے جوان عورت کے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا ہے چنانچہ علامہ سید ابو جعفر احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

و مُنِعَ الشّابةُ مِن كشفه لخوفِ الفتنةِ لا لأنَّه عورةٌ (۱۶۲)

یعنی، جوان عورت کو خوفِ فتنہ کی وجہ سے چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا نہ اس لئے کہ چہرہ عورت ہے۔

جہاں تک نماز میں چہرہ کھولنے یا چھپانے کا مسئلہ ہے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے چنانچہ علامہ حسین بن محمد بن حسین سمنقانی (۱۶۳) حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں:

۱۶۱۔ نور الإیضاح مع شرحه للمصنّف، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة و أرکانها، فصل فی متعلقات شروط الصلاة و فروعها، ص ۲۴۱

۱۶۲۔ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصّلاة، باب شروط الصّلاة إلخ، فصل فی متعلقات شروط الصّلاة إلخ، ص ۲۴۱

۱۶۳۔ آپ کی نسبت کے بارے میں "سمقیانی" بھی کہا گیا ہے جیسا کہ "کشف الظنون"

أمّا المَرأةُ فیُوارِی فی صلاتِها کلَّ شَیءٍ إلَّا وجهَها و کفَّیها و قدمَیها (۱۶۴)

یعنی، مگر عورت تو وہ اپنی نماز میں ہر شئے کو چھپائے گی ماسوائے اپنے چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے۔

اور نماز میں چہرے کو چھپانا فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے چنانچہ علامہ علی بن عثمان زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

وَ یُکرهُ التلثُّم، و هو تغطیةُ الأنفِ و الفمِ فی الصّلاةِ، لأنّه یشبهُ فعلَ المجوسِ حالَ عبادتِهم (۱۶۵)

یعنی، نماز میں "تلثّم" مکروہ ہے اور وہ نماز میں ناک اور منہ کو ڈھکنا ہے کیونکہ یہ مجوسیوں کے اپنی عبادت میں حالت کے مشابہ ہے۔

اور علامہ شبلی حنفی "تلثّم" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله: و یکره الثلثّم إلخ، قال الفراء: اللثام ما کان علی الفم من النقاب (۱۶۶)

یعنی، فراء نے کہا کہ "اللِّثام" وہ ہے جو منہ پر نقاب ہو۔

اور علامہ حسن بن عمار شرنبلالی نماز کے مکروہات کے بیان میں لکھتے ہیں:

(۷۰۳/۱) میں ہے لیکن "مؤسسة التاریخ العربی" والوں نے بریکٹ میں اس کی تصحیح کر کے "سمنقانی" لکھا ہے اور "الأعلام للزرکلی" (۲۵۶/۲) میں "سمنقانی" ہے، "هدیة العارفین" (۳۱۴/۱) اور "مفید المفتی" میں "سمعانی" ہے اور صحیح وہی ہے جسے ہم نے فتاویٰ میں لکھا ہے۔

۱۶۴۔ خزانة المفتین، کتاب الطّهارة، فصل فی الحیض، ق ۱۳/أ

۱۶۵۔ تبیین الحقائق، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة و ما یکره فیها، ۴۱۱/۱۔ أیضاً ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة و ما یکره فیها، فروع، تحت قول الدّر: و التلثّم، (۱۸۴/۴)

۱۶۶۔ حاشیة الشبلی علی تبیین الحقائق، کتاب الصّلاة، باب ما یفسد الصّلاة و ما یکره فیها، ۴۱۱/۱

و تعطیةُ فمہِ و أنفِہ لِمَا روَینا (١٦٧)

یعنی، اور اپنے منہ اور ناک کو ڈھکنا (نماز میں مکروہ ہے) اس حدیث کی بنا پر جسے ہم نے روایت کیا ہے۔

اور وہ حدیث شریف جس کی طرف آپ نے ارشارہ کیا وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

أنَّہُ علیہ الصّلاۃ و السّلام "نَھَی عَنِ السَّدلِ وَ أَنْ یُغَطِّی الرَّجُلُ فاہُ"

یعنی، نبی کریم ﷺ نے سدل اور مرد کے اپنے چہرے کو ڈھکنے سے منع فرمایا۔

اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

فیکرہُ التّلثُّمُ و تغطیۃُ الأنفِ و الفمِ فی الصّلاۃِ، لأنّہ یشبہُ فعلَ المجوس فی حال عبادتِہم النِّیرانَ (١٦٨)

یعنی، پس "تلثّم" اور ناک اور منہ کو چھپانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس کے آگ کی عبارت کی حالت میں فعل کے مشابہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے چنانچہ سید محمد امینؔ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

و نقل "ط" عن "أبی السعود": أنّھا تحریمیّۃٌ (١٦٩)

یعنی، "طحطاوی" (١٧٠) نے "ابو السعود" (١٧١) سے نقل کیا ہے

١٦٧۔ مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، فصل فی المکروھات، ص ٢٠١

١٦٨۔ مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصلاۃ، فصل فی المکروھات، ص ١٩٧

١٦٩۔ ردّ المحتار علی الدّر المختار، کتاب الصلاۃ، باب ما یفسد الصّلاۃ و ما یکرہ فیھا، تحت فروع، تحت قول الدّر: و التلثُّم (٤/١٨٤)

١٧٠۔ حاشیۃ الطّحطاوی علی الدّر المختار، کتاب الصّلاۃ، باب ما یفسد الصّلاۃ، و ما یکرہ فیھا، ١/٢٥٧، بتصرّفٍ

١٧١۔ فتح المعین، کتاب الصّلاۃ، باب ما یفسد الصّلاۃ و ما یکرہ فیھا، تحت قولہ، ١/٢٤٣

کہ کراہت تحریمیہ ہے۔

واللّٰہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الثلثاء، ١٨ذوالحجۃ١٤٢٩ھ، ١٦دیسمبر ٢٠٠٨م 673-F

جبل رحمت پر چڑھنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اِس مسئلہ میں کہ بعض لوگ جبلِ رحمت کے اُوپر چڑھتے ہیں، کیا اس پر چڑھنے میں کوئی ثواب ہے؟

(السائل: حافظ رضوان بن غلام حسین، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: جبلِ رحمت پر چڑھنے کے بارے میں علامہ طبری اور ماوردی نے استحباب کا قول کیا جب کہ امام نووی شافعی نے اس کا ردّ کیا ہے اور ہمارے علماءِ احناف میں سے مُلاّ علی قاری، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، علامہ شامی حنفی اور اُن سے علامہ سید سلیمان اشرف نے لکھا جس کا لُب لُباب یہ ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو تمام زمین عرفات کا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧۴ھ لکھتے ہیں:

واما صعود کردن بر جبل الرحمۃ پس ثابت نیست مر اُو را اصلے از سنت اگرچہ حرص دارند بر صعودے بسیارے از عوام و نیست ہیچ فضیلتے در صعود وے بلکہ برابراست صعود وے و بودن در سائر ارض عرفات، ملخصاً (١٧١)

یعنی، مگر جبلِ رحمت پر چڑھنا تو سنت سے اُس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے اگرچہ بہت سے عوام اِس پر چڑھنے پر حرص رکھتے ہیں اور اس پر چڑھنے میں کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس پر چڑھنا اور تمام زمین عرفات میں ہونا برابر ہے۔

یاد رہے کہ فضیلت کی نفی کی وجہ نبی کریم ﷺ کا اس پر قیام نہ فرمانا ہے اگر آپ ﷺ اس

١٧١۔ حیات القلوب فی زیارت المحبوب، باب ششم: در بیان وقوف عرفات، فصل چہارم: ترتیب وقوف بعرفات إلخ، ص ١٨٣

پر قیام فرماتے تو یقیناً اس پر چڑھنے میں فضیلت ہوتی اور نبی کریم ﷺ نے جبل رحمت کے نیچے جس مقام پر قیام کیا اس کی فضیلت کا کسی نے انکار نہیں کیا ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإن ظفرتَ بموقفة الشّريف فهو غايةُ الفضل. (١٧٢)

یعنی، پس وُقوف کرنے والے! اگر تُو نبی کریم ﷺ کے وُقوف فرمانے کی جگہ کو پانے میں کامیاب ہو جائے تو یہ فضل کی انتہاء ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی لکھتے ہیں:

افضل و اکمل در حق مرد واقف آن است کہ اجتہاد کند در آنکہ واقع گردد وقوف اُو در موقف حضرت سید عالم ﷺ و آن موضع است بقرب جبل الرحمۃ (١٧٣)

یعنی، مرد واقف کے حق میں افضل و اکمل یہ ہے کہ اس کی کوشش کرے کہ اُس کا وقوف حضور سید عالم ﷺ کی جائے وقوف میں واقع ہو اور وہ جگہ جبل رحمت کے قریب ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ "نهر الفائق" (١٧٤) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و أما صعودُه أی جبل الرّحمة كما يفعلُه العوامُ فلم يذكُر أحدٌ ممّن يعتدُّ به فيه فضيلةٌ بل حكمُه حكمُ سائرِ أراضی عرفات، وادّعى الطّبریُّ و الماوردیُّ أنه مستحبٌّ، و ردّهُ النّووی بأنّه لا أصلَ له لم يُرد فيه خبرٌ صحيحٌ و لا ضعيفٌ (١٧٥)

١٧٢ ـ لُباب المناسك، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: فی صفة الوقوف، ص٢٢٤ (٢٨٧)

١٧٣ ـ حيات القلوب فی زيارت المحبوب، باب ششم: در بيان وقوف عرفات، فصل چهارم: ترتيب وقوف بعرفات إلخ، ص١٨٢، ١٨٣

١٧٤ ـ النّهر الفائق، كتاب الحجّ، باب الإحرام، تحت قوله: بقرب الجبل، ٨٤/٢

١٧٥ ـ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الحج، مطلبٌ: فی شروط الجمع بين الصلاتين بعرفة، تحت قول التّنوير: بقرب جبل الرحمة، ٥٩٦/٣

اور علامہ سید سلیمان اشرف حنفی نے "رد المحتار" میں علامہ شامی کے کلام کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ جبلِ رحمت پر چڑھنے کی فضیلت کسی نے اپنی تصنیف میں ذکر نہیں کی، یہ عوام کا معمول ہے اُس کا وہی حکم ہے جو ساری زمینِ عرفات کا ہے، طبری اور ماوردی نے مستحب کہا ہے لیکن امام نووی (شافعی) نے دونوں کا ردّ کیا ہے، مستحب ہونے کے لئے کسی دلیل کو ذِکر کرنا تھا حالانکہ روایاتِ صحیحہ تو کُجا کوئی ضعیف روایت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔(١٧٦)

اور مُلاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و أما صُعود النّاس الجبلَ فليس له أصلاً، و حرصُ النّاسِ على الوقوفِ فيه و مكثهم عليه قبلَ وَقتِه و بعدَه، و إيقادُ النِّيران عليه ليلةَ عرفةَ، و اختلاطُ الرّجالِ و النّسوانِ يومَها من البدع المستنكرة (١٧٧)

یعنی، مگر لوگوں کے پہاڑ پر چڑھنا تو اُس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور لوگوں کا اس پر وقوف میں حرص اور اُن کا پہاڑ پر وقوف کے وقت سے قبل اور بعد ٹھہرنا اور عرفہ کی رات اُس پر آگ جلانا اور عرفہ کے روز مردوں اور عورتوں کا اختلاط سب مستنکرہ (قبیحہ) بدعتوں میں سے ہے۔

واللّٰه تعالى أعلم بالصواب

يوم السبت، ١١ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ٢٧ اکتوبر ٢٠١٢م 814-F

وطنِ اقامت سے مدت سفر کو روانگی سے ہی وطنِ اقامت باطل ہو جاتا ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم مدینہ

١٧٦ ـ الحج مصنفہ محمد سلیمان اشرف، مکروہات وقوف، ص١٢٨، ٢٩

١٧٧ ـ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفة و أحكامه، فصل: فی صفة الوقوف، تحت قوله: أحرى، رجاء أن تصادفه إلخ، ص٢٢٤، دار الكتب العلمية، (ص٢٨٨، المكتبة الإمدادية)

شریف میں پندرہ روز سے زائد کی نیت سے اقامت پذیر تھے، اسی دوران ایک دن ہم بدر شریف گئے اس سے قبل تو ہم نماز پوری پڑھ رہے تھے، واپسی پر پریشان ہوئے کہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں کہ واپسی کے بعد ہمارے پاس قیام کے لئے پندرہ دن نہ تھے کہ پندرہ دن سے قبل ہماری واپسی تھی، اب اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(السائل: ابو طالب قادری، جمشید ٹاؤن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسؤلہ میں آپ بدر شریف کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے جب نکلے تو آپ مسافر ہو گئے کیونکہ بدر شریف اور مدینہ طیبہ کے مابین مسافت سفر ہے، مدینہ شریف واپس آئے تو پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ تھا اس لئے مدینہ شریف میں مسافر ہی رہے۔

وطن تین ہوتے ہیں، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت اور وطنِ سُکنیٰ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

الوطنُ هو الذی وُلِدَ فیه، أو تزوَّجَ أو لم یتزوَّج و قَصدَ التَّعیُّشَ لا الارتحالَ عنهُ

یعنی، وطن اصلی وہ ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا ہو یا اس نے شادی کی ہو یا نہ کی لیکن وہاں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ کیا وہاں سے جانے کا ارادہ نہ کیا۔

و وطَنُ الإقامةِ موضعٌ نَوَی الإقامةَ فیه نِصفَ شهرٍ فما فوقَهُ

یعنی، وطنِ اقامت وہ ہے جہاں نصف مہینہ یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

وطنُ السُّکنٰی وهو ما ینوی الإقامةَ فیه دونَ نصفِ شهرٍ (۱۷۸)

یعنی، وطنِ سُکنیٰ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں نصف ماہ سے کم ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔

اور محققین نے اس آخری کا اعتبار نہیں کیا ہے چنانچہ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی لکھتے ہیں:

۱۷۸۔ نور الإیضاح، کتاب الصّلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۱۰

و لم یَعتبرِ المحقِّقُون وطنَ السُّکنٰی (۱۷۹)

یعنی، محققین نے وطن سُکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا۔

چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و عبارةُ المُحقِّقینَ مِن مشایِخنا: أنّ الوطنَ وطنانِ: وطن أصليّ، ووطن سفر و لم یعتبروا وطن السکنی وطناً و هو الصّحیح (۱۸۰)

یعنی، ہمارے مشائخ میں سے محققین کی عبارت یہ ہے کہ بے شک وطن دو وطن ہیں، وطن اصلی اور وطن سفر اور وطنِ سُکنیٰ کے وطن ہونے کا اعتبار نہیں کیا اور یہی صحیح ہے۔

اور وطن اقامت کو وطن سفر، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت میں ہے وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں جیسا کہ "ردّ المحتار" (۱۸۱) میں مذکور ہے۔

اور وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے جب کہ وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور وطن اصلی کے ساتھ اور انشاء سفر کے ساتھ بھی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

و یَبطُلُ الوطَنُ الأصليُّ بمثلِه لا السَّفَرِ، وَ وَطَنُ الإقامةِ بمثلِه و السَّفَر والأصليّ (۱۸۲)

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے نہ کہ سفر کے ساتھ اور

۱۷۹۔ نور الإیضاح، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۱۰

۱۸۰۔ الفتاوی التّاتارخانیة، کتاب الصلاۃ، الفصل الثانی و العشرون، نوع آخر فی بیان ما یصیر المسافر به مقیماً بدون نیة الإقامة، ۲/۱۶

۱۸۱۔ ردّ المحتار، کتاب الصّلاۃ، باب صلاۃ المسافر، مطلب: فی الوطن الأصلی و وطن الإقامة، تحت قوله: الوطن الأصلی، ۲/۷۳۹

۱۸۲۔ کنز الدّقائق، کتاب الصّلاۃ، باب السّفر، ص ۱۷

وطن اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر اور وطن اصلی کے ساتھ۔

اور امام محبوبی صاحب وقایۃ الروایہ لکھتے ہیں:

و يُبطِلُ الوطنَ الأصليَّ مثلُهُ لا السَّفَرُ و وطَنَ للإقامةِ مثلُه و السَّفَرُ و الأصليُّ (١٨٣)

یعنی، وطنِ اصلی کو اس کا مثل باطل کرتا ہے نہ کہ سفر اور وطنِ اقامت کو اس کا مثل، سفر اور وطنِ اصلی باطل کرتا ہے۔

اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

لأن الأصلَ أن الوطن الأصلی يَبطلُ بمثله دون السّفر و وطنُ الإقامة يَبطُلُ بمثله و بالسّفر و بالأصلی (١٨٤)

یعنی، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ وطنِ اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے سوائے سفر کے اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ اور سفر کے ساتھ اور وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہوتا ہے۔

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

و يَبطُلُ وطنُ الإقامة بمثله و يَبطُلُ أيضاً بإنشاء السَّفَرِ بعده و بالعَود للوطن الأصليّ (١٨٥)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہوتا ہے اور اس کے بعد سفر شروع کرنے کے ساتھ اور وطن اصلی کو لوٹنے کے ساتھ بھی باطل ہوتا ہے۔

الوطَنُ الأصليُّ يبطُلُ بمثلِه لا غيرَ و يبطُلُ وطنُ الإقامةِ بمثلِه و بالوطَنِ الأصليِّ و بإنشاء السَّفَرِ، ملخصاً (١٨٦)

١٨٣ ـ وقاية الرواية على هامش كشف الحقائق، كتاب الصلاة، باب المسافر، ١/ ٨٠۔ مختصر الوقاية مع شرحه للدركاني، كتاب الصلاة، باب المسافر، ١/١٩٣، ١٩٤

١٨٤ ـ الهداية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ١ ـ ٢/ ٩٨

١٨٥ ـ مراقی الفلاح، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، ص ٢٥٤

١٨٦ ـ الدّر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ١٠٦

یعنی، وطن اصلی اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے نہ اس کے غیر سے اور وطنِ اقامت اپنی مثل سے اور وطن اصلی سے اور سفر شروع کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

و أمَّا وطَنُ الإقامةِ فله ما يُساوِيه و ما فوقَه فيبطُلُ بكلٍّ منهما و بإنشاءِ السَّفَر أيضاً لأنَّه ضدُّهُ (١٨٧)

یعنی، مگر وطن اقامت تو اس کے لئے باطل کرنے والا وہ ہے جو اس کے برابر ہے اور وہ جو اس سے اوپر ہے پس وہ دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ باطل ہو جائے گا اور انشاءِ سفر سے بھی کیونکہ وہ اس کی ضد ہے۔

وطنِ اقامت انشاءِ سفر سے باطل ہو جاتا ہے اور انشاءِ سفر سے مراد ہے کہ کوئی شخص وطن اقامت سے ایسی جگہ کے ارادے سے نکلے جو جگہ اس وطنِ اقامت سے تین دن تین رات کی راہ پر ہو یعنی اس سے ۹۲ کلومیٹر دُور ہو چنانچہ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و الأصلُ أنَّ الوطنَ الأصليَّ يبطُلُ بالوطنِ الأصليِّ دونَ وطنِ الإقامةِ و إنشاء السَّفَرِ، و هو أن يخرجَ قاصداً مكاناً يصِلُ إليه في مدّةِ السَّفَرِ لأنَّ الشَّيءَ إنَّما يَبطُلُ بما فوقه أو ما يُساوِيه (١٨٨)

یعنی، قاعدہ ہے کہ وطن اصلی باطل ہوتا ہے وطن اصلی کے ساتھ سوائے وطنِ اقامت اور انشاءِ سفر کے اور وہ انشاءِ سفر یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کر کے نکلے جہاں مدتِ سفر میں پہنچے کیونکہ شئے اپنے اوپر کے ساتھ یا اپنے مساوی کے ساتھ باطل ہوتی ہے۔

اور امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام حنفی متوفی ۶۸۱ھ لکھتے ہیں:

١٨٧ ـ العناية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ٢/ ١٦

١٨٨ ـ العناية، كتاب الصلاة، باب المسافر، تحت قوله: مَن كان له وطن إلخ، ٢/ ١٦

و وطنُ الإقامة يَنتَقِضُ بالأصليّ و وطنُ الإقامةِ و السَّفرِ (١٨٩)

یعنی، وطنِ اقامت ٹوٹ جاتا ہے اصل کے ساتھ اور وطنِ اقامت کے ساتھ اور سفر کے ساتھ۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

و مِن حُكمِ وطنِ السَّفرِ أنَّه يَنتقِضُ بالوطنِ الأصليّ لأنّه فوقه و يَنتقِضُ بوطنِ السَّفرِ لأنَّه مثلُه و يَنتقِضُ بإنشاءِ السَّفرِ لأنّه ضدُّه (١٩٠)

یعنی، وطنِ سفر (یعنی وطنِ اقامت) کے حکم سے ہے کہ وہ وطنِ اصلی کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ وہ اس سے اُوپر ہے اور ٹوٹ جاتا ہے وطنِ سفر کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی مثل ہے اور ٹوٹ جاتا ہے سفر شروع کرنے کے ساتھ کیونکہ وہ اُس کی ضد ہے۔

اور وطنِ اقامت وطنِ اصلی کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ امام قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر اتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ لکھتے ہیں:

و وطنُ الإقامةِ يَبطُلُ بالأصليّ لأنَّه أقوى منه (١٩١)

یعنی، اور وطنِ اقامت کو باطل کر دیتا ہے وطنِ اصلی کیونکہ وہ اس سے زیادہ قوی ہے۔

اور اُس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مکہ میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے ٹھہرا ہوا ہو پھر منیٰ کو اپنا وطنِ اصلی بنالے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

١٨٩۔ فتح القدير، ١٦/٢

١٩٠۔ الكفاية، كتاب الصّلاة، باب المسافر، ١٧/٢

١٩١۔ غاية البيان و نادرة الأقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق١٠٩/أ، ب

قوله: و "بالوطنِ الأصليّ" كما إذا توطَّنَ بمكّةَ نصفَ شهرٍ ثُمَّ تأهَّلَ بمنى، أفادَهُ "القهستاني" (١٩٢)

یعنی، وطنِ اقامت وطنِ اصلی کے سات باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ جب مکہ مکرمہ کو آدھے مہینے کے لئے وطن بنایا پھر منیٰ میں شادی کی "قہستانی" (١٩٣) نے اس کا افادہ کیا ہے۔

اور وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی ایک جگہ پندرہ روز اقامت کی نیت سے ٹھہرا پھر دوسری جگہ اقامت کی نیت کر لی تو پہلا وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا چاہے ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قوله: "بمثله" أي: سواءٌ كان بينهما مسيرة سفرٍ أو لا "قهستاني" (١٩٤)

یعنی، وطنِ اقامت اپنی مثل کے ساتھ باطل ہو جاتا ہے یعنی برابر ہے کہ ان دونوں کے مابین مسافت سفر ہو یا نہ ہو "قہستانی" (١٩٥)

اور دوسرا وطنِ اقامت پہلے وطنِ اقامت سے زیادہ قوی ہے چنانچہ امام اتقانی حنفی لکھتے ہیں:

و بوطنِ الإقامةِ لأنَّه مثلُه بل الثّاني أقوى من الأول، لأنَّ الأوَّلَ انتَقَضَ حقيقةً، و إنَّما بَقِيَ حكمُه، و هو أنّه يصيرُ مقيماً متى عَادَ إليه قبلَ أن يصيرَ مسافراً (١٩٦)

١٩٢۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الصّلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله و بالوطن الأصلي، مطلب في الوطن الأصليّ و وطن الإقامة، ٧٣٩/٢

١٩٣۔ جامع الرّموز، كتاب المسافر، فصل صلاة المسافر، ٢٥٨/١

١٩٤۔ ردّ المحتار على الدّرّ المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، تحت قوله: بمثله، مطلب في الوطن الأصلي و وطن الإقامة، ٧٣٩/٢

١٩٥۔ جامع الرموز، كتاب الصلاة، فصل صلاة المسافر، ٢٥٨/١

١٩٦۔ غاية البيان و نادرة الأقران، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ق١٠٩/ب

یعنی، (ایک وطن اقامت دوسرے) وطن اقامت کے ساتھ باطل ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی مثل ہے بلکہ پہلے سے زیادی قوی ہے کیونکہ پہلے کا حقیقۃً وطن اقامت ہونا ٹوٹ گیا اور اس کا صرف حکم باقی ہے اور وہ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مقیم ہو جائے گا جب مسافر ہونے سے قبل اس کی طرف لوٹا۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ٨ ذوالحجة ١٤٣٣ھ، ١٨ اکتوبر ٢٠١٢م 820-F

حاجی کا تجارت کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام طور پر لوگ جب حج پر جاتے ہیں تو اپنے عزیز واقارب، دوست احباب کے لئے تحفے تحائف خریدتے ہیں تو کچھ لوگ اُن پر لعن طعن کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حج پر خرید وفروخت شرعاً ممنوع ہیں، کیا تحفے تحائف خریدنے کی شرعاً کوئی ممانعت ہے اور اگر نہیں ہے تو بہتر کیا ہے حج سے قبل خریدے یا حج کی ادائیگی کے بعد؟

(السائل: محمد حسنین، کراچی)

باسمہ تعالی وتقدس الجواب: حج پر جانے سے مقصود تجارت نہ ہو، حج اصل ہو اور تبعاً تجارت کرے تو اس کی اجازت قرآن کریم کی آیت کریمہ کی اس آیت کریمہ سے مستفاد ہے:

﴿وَ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ (١٩٧)

ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

اس کے تحت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی حنفی متوفی ١٣٦٧ھ لکھتے ہیں:

بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اُس کا حج ہی کیا، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

١٩٧۔ البقرة: ٢/١٩٨

مسئلہ: جب تک تجارت سے افعال حج کی ادا میں فرق نہ آئے اُس وقت تک تجارت مباح ہے۔ (خزائن العرفان)

اور تحائف کی خریداری میں افضل یہ ہے کہ حج کے بعد خریدے۔

حدیث شریف میں ہے کہ

عن أبی أُمامَةَ التّیمی قال، قلتُ: لابن عمر: إنّا قومٌ نُكرَی، فهَل لَنَا مِنۡ حَجّ؟ قَالَ: اَلَسۡتُمۡ تَطُوۡفُوۡنَ بِالۡبَيۡتِ، وَ تَأۡتُوۡنَ الۡمُعَرَّفَ، وَتَرۡمُوۡنَ الۡجِمَارَ، وَ تُحَلِّقُوۡنَ رُؤُوۡسَكُمۡ؟ قُلۡنَا: بَلٰى! قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَأَلَهٗ عَنِ الَّذِىۡ سَأَلۡتَنِىۡ، فَلَمۡ يُجِبۡهُ، حَتّٰى نَزَلَ جِبۡرَئِيۡلُ عليه السلام بِهٰذِهِ الآيَةِ: ﴿وَ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾، فَقَالَ: "أَنۡتُمۡ حُجَّاجٌ" (١٩٨)

یعنی، ابواُمامہ تیمی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کی ہم کرایہ پر اونٹ چلانے والے لوگ ہیں، کیا ہمارا حج ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: کیا تم بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرتے، عرفات نہیں جاتے، رمی جمار نہیں کرتے، اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے، ہم نے عرض کی، کیوں نہیں، فرمایا، ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اُس نے یہی سوال کیا جو تم نے کیا ہے تو آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا یہاں تک حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿وَ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو) تو حضور ﷺ نے فرمایا "تم لوگ حاجی ہو"۔

١٩٨۔ سُنَن الدّار قطنی، کتاب الحجّ، برقم: ٢٧٣٠، ١۔٢/٢٥٧، و اللّفظ له، و برقم: ٢٧٢٥، ١۔٢/٢٥٦۔ تفسیر الطبری، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ٢/٢٩٤۔ تفسیر القرطبی، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/٢/٤١٤۔ تفسیر الحدّاد، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/٢٨٤، ٢٨٥۔ تفسیر السمرقندی، سورة البقرة، الآیة: ١٩٨، ١/١٣٣

اس آیت کے تحت فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد حنفی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں کہ

" ذلك أنهم كانو إذا حجّوا، كفو عن التّجارة وطلبِ المُعيشة فى الحجّ، فجعلَ لهم رخصةً فى ذلك، فقال تعالىٰ: ﴿وَ لَيُسَ عَلَيُكُمُ جُنَاحٌ اَنُ تَبُتَغُوا فَضُلًا مِّنُ رَّبِّكُمُ﴾ أى لامأثمه عليكم أن تَطلبُوا رزقاً مِن رَبكم لِناَ التّجارَةِفى اَيَّامِ الحجّ (۱۹۹)

یعنی، یہ اس لئے کہ وہ جب حج کرتے تو تجارت اور طلب معاش سے رُک جاتے نہ (کوئی چیز) خریدتے نہ بیچتے یہاں تک کہ اُن کے حج میں جو ایّام گزر جائیں تو اُن کے لئے اس میں رُخصت دے دی، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَيُسَ عَلَيُكُمُ جُنَاحٌ اَنُ تَبُتَغُوا فَضُلًا مِّنُ رَّبِّكُمُ﴾ (ترجمہ: تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو)

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی لکھتے ہیں:

إذا ثبتَ هذا ففى الآية دليلٌ على جواز التّجارة فى الحجّ للحاجّ مع أداء العبادة وأنّ القصد إلىٰ ذلك لا يكون شركاً، ولا يخرجُ به المكلّف عن رسم الإخلاص المفترض عليه (۲۰۰)

یعنی، جب یہ ثابت ہو گیا تو آیت میں حاجی کے لئے حج میں عبادت کی ادائیگی کے ساتھ تجارت کے جواز کی دلیل ہے اور اس کا مقصد (حج کے ساتھ تجارت کی) شرکت نہیں ہے اور اس سے مکلّف رسم اخلاص سے خارج نہیں ہوتا جو کہ اس پر فرض ہے۔

وأمَا إنّ الحج دون التّجارة أفضلُ، لعُرُوِّها عن شَوائب الدُّنيا وتعلّق القلب لغيرها (۲۰۱)

۱۹۹۔ تفسير السّمر قندى، سورة البقرة، الآية: ۱۹۴۔۲۰۲، ۱/۱۳۳

۲۰۰۔ الجامع لأحكام القرآن، سورة البقرة، الآية:۱۹۸، ۱/۲/۴۱۳

۲۰۱۔ الجامع الأحكام القرآن، سورة البقرة، الآية: ۱۹۸، ۱/۲/۴۱۴

یعنی، مگر تجارت کے بغیر حج شوائب دنیا سے اور دل کے غیر کے ساتھ تعلّق کے خالی ہونے کی وجہ سے افضل ہے۔

علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ

عن أبى صالح مولى عمر، قال: قلت لعمر: يا اَمير المؤمنين، كنتم تتجرون فى الحجّ؟ قال: وهل كانت معاشيهم إلا فى الحجّ (۲۰۲)

یعنی، ابو صالح مولی عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی، اے امیر المؤمنین! آپ لوگ حج میں تجارت کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ان کا معاش نہیں تھا مگر حج میں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

عن عمر بن دينار، قال ابن عباس "كَانَ عُكَاظُ، مِجَنَّةٌ، و ذُو الـمَجَازِ أَسُوَاقًا فِى الُجَاهِلِيَّةِ (فكانوا يتّجرون فيها)، فَلَمَّا كَانَ الإِسُلَامُ كَأَنَّهُمُ كَرِهُوُا أَنُ يَتَّجِرُوُا فِى الُحَجِّ، فَسَأَلُوُا رَسُوُلَ اللّٰهِ، فَأَنُزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ ﴿وَ لَيُسَ عَلَيُكُمُ جُنَاحٌ اَنُ تَبُتَغُوا فَضُلًا مِّنُ رَّبِّكُمُ﴾ فى مواسم الحجّ" (۲۰۳)

یعنی، عمر بن دینار سے مروی ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عکّاظ، مجنّہ اور ذو المجاز یہ زمانۂ جاہلیت میں بازاریں تھیں لوگ اِن میں تجارت کرتے تھے پس جب اسلام آیا تو گویا کہ انہوں نے حج میں تجارت کو ناپسند سمجھا، اور

۲۰۲۔ تفسير الطبرى سورة البقرة، الآية:۱۹۸، ۲/۲۹۶

۲۰۳۔ تفسير ابن أبى حاتم الرّازى، سورة البقرة، برقم: ۱۸۸۱، ۱/۳۱۱

تفسير الطّبرى، سورة البقرة، الآية: ۱۹۸، ۲/۲۹۷۔

الدّر المنثور فى تفسير بالمأثور، سورة البقرة، الآية: ۱۹۸، ۱/۴۹۷

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ''تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے ربّ کا فضل تلاش کرو'' ایامِ حج میں۔ (۲۰۴)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے:

عن علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس قوله: ﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ يقول: لَا حَرَجَ عَلَيْكُمْ فِي الشِّرَاءِ وَ الْبَيْعِ، قَبْلَ الْإِحْرَامِ وَ بَعْدَهُ (۲۰۵)

یعنی، حضرت علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پر احرام سے قبل اور اس کے بعد خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لہٰذا حج کے ساتھ تجارت شرعاً جائز ہے جبکہ اس سے حج کے افعال کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہو اگرچہ تجارت کے بغیر حج افضل ہے۔ اور یہ اُس وقت ہے جب تجارت ہو اور تجارت میں خرید و فروخت دولت کمانے کی غرض سے ہوتی ہے جب کہ یہاں یہ مقصد نہیں ہوتا حاجی وہاں سے جو کچھ خریدتا ہے وہ تحفے کے طور پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو دینے کے لئے خریدتا ہے۔

واللہ تعالی أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۹ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ، ۱۶ سبتمبر ۲۰۱۳م 865-F

۲۰۴۔ حج کے کلمات قرآن کریم میں نہیں ہیں شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت ہو جیسا کہ عطا تابعی نے یہی ہے کہ ھکذا قرأھا ابن عباس (تفسیر الطبری، سورة البقرة، الأية: ۱۹۸، برقم: ۳۷۷۶، ۲/۲۹۵)، اسی طرح عکرمہ کا قول ہے کہ یہ آیت اسی طرح پڑھی جاتی تھی (تفسیر الطبری، سورة البقرة، الأية: ۱۹۸، برقم: ۳۷۶۹، ۲/۲۹۴)

۲۰۵۔ تفسیر ابن أبی حاتم الرّازی، سورة البقرة، برقم: ۸۸۲، ۱/۳۱۲

مآخذ ومراجع

۱۔ **إرشاد السّاری** إلی مناسك الملّا علی القاری۔ للمکی، حسین بن محمد سعید بن عبدالغنی الحنفی (ت۱۳۶۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م

۲۔ **أنوار البشارة** فی مسائل الحجّ والزّیارة، للإمام أحمد رضا بن نقی علی خان المحدّث الهندی الحنفی (ت۱۳۴۱ھ)، تحریك إصلاح العقائد، میتهادر، کراتشی

۳۔ **الإیضاح** فی شرح الإصلاح، لابن کمال پاشا، للإمام شمس الدّین أحمد بن سلیمان الحنفی (ت۹۴۰ھ)، تحقیق الدّکتور عبدالله داؤد خلف المحمّدی والدّکتور شمس الدّین أمیر الخزاعی، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۸۔ ۲۰۰۷م

۴۔ **البحر الرّائق** شرح کنز الدّقائق۔ لابن نجیم، زین الدّین بن إبراهیم بن محمد المصری الحنفی (ت۹۷۰ھ)، ضبطه الشّیخ زکریا عمیرات، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

۵۔ **بدائع الصنائع** فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت۵۸۷ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔ ۱۹۹۷م

۶۔ **بدایة المبتدی** (متن الهدایة)، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت۵۹۳ھ)، دارالأرقم، بیروت

۷۔ **البنایة** شرح الهدایة، للعینی، الإمام محمود بن محمد بن موسی المعروف بدرالدّین الحنفی (ت۸۵۵ھ)، تحقیق أیمن صالح شعبان، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

۸۔ **بهار شریعت**، للأعظمی، محمد أمجد علي صدرالشریعة الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، مکتبه إسلامیة، لاهور

۹۔ **تبیین الحقائق** شرح کنز الدّقائق، للزّیلعی، الإمام فخرالدّین عثمان بن علی الحنفی (ت۷۴۳ھ)، تحقیق الشّیخ أحمد عزّوعنایة، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م۔

۱۰۔ **التجرید** (الموسوعة الفقهیة المقارنة)، للقدوری، الإمام أبی الحسین أحمد بن محمد بن جعفر الحنفی (ت۴۲۸ھ)، تحقیق الدّکتور محمد أحمد سراج والدّکتور علی جعمة محمد، مکتبه محمودیة، قندهار

١١ـ **التحريرُالمختار**، لـلرّافعی، مفتی الدّيار المصريّة العلامة عبدالقادر الحنفی (ت١٣٢٣ هـ)، تحقيق عبدالمجيد طعمه الحلبی، دارُالمعرفة، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م

١٢ـ **التصحيح و الترجيح**، للعلامة قاسم بن قطلوبغا الحنفی (ت٨٧٩هـ)، تحقيق ضياء يونس، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م

١٣ـ **تـفسيرُ الطَّبَری**، لابـن جـريـر، الإمـام أبـی جعفر محمد بن جرير(ت٣١٠هـ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الرّابعة ١٤٢٦هـ-٢٠٠٥م

١٤ـ **تفسير ابن أبی حاتم**، لـلإمـام الحافظ عبد الرحمٰن بن أبی حاتم محمد التّميمی الحنظلی (ت٣٢٧هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م

١٥ـ **جامع الرّموز**، لـلقهستانی، شمس الدين محمد الخراسانی (٩٦٢ أو ٩٠٠ هـ)، أيج أيم سعيد كمبنی، كراتشی

١٦ـ **الجامع الصّحيح**، وهوالسُّنَن التّرمذی، للإمام أبی عيسیٰ محمد بن عيسی (ت٢٧٩ هـ)، تحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م

١٧ـ **الجامع الصّغير**، للإمام محمد بن الحسن الشيبانی (ت١٨٩ هـ)، تحقيق الدكتور محمد بوينو كالن، دار ابن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤٣٢هـ-٢٠١١م

١٨ـ **الجامع لأحكام القرآن**، لـلقُرطبی، الإمام أبی عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصاری المالكی (٦٦٨هـ)، دار إحياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤١٦هـ-١٩٩٥م

١٩ـ **الجوهرة النيّرة**، لـلحـدّادی، العلامة علی بن أبی بكر الحنفی (ت٨٠٠هـ)، مير محمد كتب خانه، كراتشی

٢٠ـ **حاشية الطّحطاوی** علی الدّرّ المختار، للعلامة أحمد بن محمد الحنفی (ت ١٢٣١ هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة ١٣٩٥هـ-١٩٧٥م

٢١ـ **الحج**، للعلامة محمد سليمان أشرف الحنفی، قطب مدينه پبلشرز، كراچی

٢٢ـ **حياة القلوب** فی زيارة المحبوب- للسّندی، المخدوم محمد هاشم بن عبدالغفور الحارثی السندی الحنفی (ت١١٧٤هـ)، إدارة المعارف، كراتشی ١٣٩١هـ

٢٣ـ **خزَائِنُ العِرفان**، لـصـدر الأفـاضـل، السّيّد محمد نعيم الدّين الحنفی (ت ١٣٦٧ هـ)، المكتبة الرّضوية، كراتشی

٢٤ـ **الدُّرُّ المختار** (شرح تـنـويـر الأبصار)- للحصكفی، علاؤ الدين محمد بن علی الحصنی الحنفی (ت١٠٨٨ هـ) تحقيق عبدالمنعم خليل إبراهيم، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٣هـ-٢٠٠٢م

٢٥ـ **الدُّرُّ المنثور** فی التّفسير بالمأثور، للسّيوطی، الإمام جلال الدّين عبد الرحمٰن بن أبی بكر الشّافعی (ت٩١١هـ)، دار احياء التراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م

٢٦ـ **ردّ المحتار** علی الدُّرّ المختار- للشّامی، محمد أمين بن عمر ابن العابدين الحنفی، تحقيق عبدالمجيد طعمه الحلبی (ت١٢٥٢هـ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢٠هـ-٢٠٠٠م

٢٧ـ **السّراج الوهّاج** شرح مختصر القدوری، للحدادی، الإمام أبی الحسين أحمد بن محمد البغدادی الحنفی (ت٨٠٠هـ)، مخطوط مصوّر مخزونة فی المكتبة

٢٨ـ **سُنَن ابن ماجة**، لـلإمـام أبی عبداللّٰه محمد بن يزيد القزوينی (ت٢٧٣/٢٧٥ هـ)، تحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار، دارُالكتب العلميّة، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٩هـ-١٩٩٨م

٢٩ـ **سُنَن أبی داوٗد**، لـلإمام سليمان بن أشعث السّجستانی (ت٢٧٥ هـ)، تعليق عبيد الدّعاس وعادل السّيد، دارإبن حزم، بيروت، الطّبعة الأولىٰ١٤١٨هـ-١٩٩٧م

٣٠ـ **سُنَنَ الدّارقُطنی**، لـلإمام علی بن عمر البغدادی (ت ٣٨٠ هـ)، تعليق مجدی بن منصور، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولىٰ ١٤١٧هـ-١٩٩٦م

٣١ـ **السّنن الكبری**، لـلإمـام أبـی بكر أحمد بن حسين بن علی البيهقی (ت ٤٥٨هـ)، تحقيق محمد عبد القادر عطا، الطّبعة ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م

٣٢ـ **شرح الجامع الصّغير**، للإمام عمر بن عبد العزيز ابن مازه الملقّب بالصّدر الشّهيد البخاری الحنفی (ت٥٣٦هـ)، تحقيق الدكتور صلاح عوّاد جمعه عبد الله الكبيی و غيرهم، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢٧هـ-٢٠٠٦م

٣٣ـ **شرح مختصر الطّحاوی**، للإمام أبی بكر الجصّاص الرّازی الحنفی(ت٣٧٠هـ) تحقيق عصمة الله عناية الله محمد، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٣١هـ-٢٠١٠م

٣٤ـ **شرح معانی الآثار**، لـلإمـام أبـی جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطّحاوی الحنفی (ت ٣٢١هـ)، تحقيق محمد زهری النّجّار و محمد سيّد جاد الحقّ، عالم الكتب، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤١٤هـ-١٩٩٤م

٣٥ـ **صحيح مسلم**، لـلإمـام مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (ت٢٦١هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولی ١٤٢١هـ-٢٠٠١م

٣٦ـ **العناية** وهو شرح علی الهداية، للبابرتی، الإمام أكمل الدّين محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت٧٨٦هـ)، اعتنی به أبو محروس عمروبن محروس، داراحياء التّراث العربی، بيروت

٣٧ـ **غاية البيان و نادرة الأقران**، (وهو شرح علی الهداية)، للإتقانی، الإمام قوام الدّين أمير كاتب بن أمير عمر الحنفی (ت٧٥٨هـ)، مخطوط مصوّر

٣٨۔ **غنية ذوي الأحكام** في بُغية دُرَرِ الحُكّام، للشرنبلالی، العلامة أبي الإخلاص حسن بن عمّار الحنفی (ت١٠٦٩ھ)، مطبعة أحمد كامل الكائنة فی دار السّعادة ١٣٢٩ھ

٣٩۔ **غُنية النّاسك** فی بُغيةِ المناسك، للعلامة محمد حسن شاه، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشی، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٧ھ

٤٠۔ **الفتاوى التّاتارخانية**، للعلامة عالم بن علاء الأنصاری الأندريتی الدّهلوی الحنفی (ت٧٨٦ھ)، تحقيق القاضی سجّاد حسين، دار احياء التّراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٤م

٤١۔ **الفتاوى الظّهيريّة**، للإمام ظهير الدّين أبي بكر محمد بن أحمد البخاری الحنفی (ت٦١٩ھ)، مخطوط مصوّر، المخزون فی دار الكتب لجمعيّة إشاعة أهل السنّة، ميتهادر، كراتشی

٤٢۔ **فتاوى قاضيخان** (على هامش الهندية)، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

٤٣۔ **فتاوى قاضيخان**، للأوزجندی، للإمام حسن بن منصور الحنفی (ت ٥٩٢ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولی ١٤٢٩ھ۔ ٢٠٠٠م

٤٤۔ **الفتاوىٰ الهندية**، المسمّاة الفتاوى العالمكيرية، للشّيخ نظام (ت ١١٦١ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الثالثة ١٤٢٩ھ۔ ٢٠٠٠م

٤٥۔ **الفتاوىٰ الهندية**، المسمّاة الفتاوىٰ العالمكيرية، للشّيخ نظام (ت ١١٦١ھ)، وجماعة من علماء الهند، دار المعرفة، بيروت، الطّبعة الثالثة ١٣٩٣ھ۔ ١٩٧٣م

٤٦۔ **فتح الرحمانی** فی فتاوى السيد ثابت أبي المعانی، مكتبة القُدس، كوئتة

٤٧۔ **فتح القدير**، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبدالواحد الحنفی (ت٨٦١ھ)، داراحياء التّراث العربی، بيروت

٤٨۔ **فتح المعين** على شرح الكنز لمنلا مسكين، للعلامة السيد محمد أبي السعود الحنفی، مكتبة العجائب لزخز العلوم، كوئتة

٤٩۔ **الكفاية** شرح الهداية (معه فتح القدير)، للإمام جلال الدّين الكرلانی الحنفی (ت ٦٧٦ھ)، دار إحياء التّراث العربی، بيروت۔

٥٠۔ **كنزالدّقائق**، للنّسفی، حافظ الدين أبي البركات عبدالله بن محمود بن أحمد الحنفی (ت٧١٠ھ)، اعتنى به راشد مصطفى الخليلی، المكتبة العصرية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٥ھ۔ ٢٠٠٥م

٥١۔ **لُباب المناسك** وعُباب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة الله بن عبدالله بن

إبراهيم الدّربيلی السّندی الحنفی (ت٩٩٣ھ)، دارالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٨م

٥٢۔ **لُباب المناسك** وعُباب المسالك (مع شرحه للقاری)، للإمام رحمة الله بن عبدالله بن إبراهيم الدّربيلی السّندی الحنفی (ت٩٩٣ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مينار، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠ھ۔ ٢٠٠٩م

٥٣۔ **المبسوط**، للإمام السرخسی، شمس الدين أبو بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل الحنفی (ت٤٨٣ھ)، دار الفكر، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

٥٤۔ **المحيط البرهانی**، لابن مازة، الإمام محمود بن أحمد بن عبد العزيز النجاری الحنفی (ت٦١٦ھ)، تحقيق الشيخ أحمد عزّ و عناية، دار احياء التراث العربی، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٣م

٥٥۔ **المحيط البرهانی**، للبخاری، أبي المعالی محمود بن صدر الشريعة ابن مازه الحنفی (ت٦١٦ھ)، إدارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشی ١٤٢٤ھ۔ ٢٠٠٤م

٥٦۔ **المختار الفتوى**، للموصلی، الإمام مجدالدّين عبدالله بن محمود الحنفی (ت٦٨٣ھ)، تحقيق مركز البحوث والدّراسات، مكتبة نزارمصطفىٰ الباز، مكة المكرمة، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٥٧۔ **مختصر اختلاف العلماء**، صنّفه الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد الطّحاوی الحنفی (ت٣٢١ھ)، واختصره الإمام أبو بكر أحمد بن علی الجصّاص الرّازی الحنفی (ت٣٧٠ھ)، تحقيق د۔ عبد الله نذير أحمد، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الطّبعة الثّانية، ١٤٧١ھ۔ ١٩٩٦م

٥٨۔ **مختصر القدوری**، للإمام أبي الحسن أحمد بن محمد بن أحمد بن جعفر البغدادی الحنفی (ت٤٢٨ھ)، تحقيق الشّيخ كامل محمّد محمد عويضة، دارُالكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤١٨ھ۔ ١٩٩٧م

٥٩۔ **مختصر الوقاية** (مع شرحه للدركانی)، لصدر الشّريعه، الإمام الفقيه عبيد الله بن مسعود الحنفی (ت٧٤٧ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٦ھ۔ ٢٠٠٥م

٦٠۔ **مختصرالطحاوی**، للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبي جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزدی المصری الحنفی (ت ٣٢١ھ)، تحقيق وتعليق ابوالوفا الأفغانی، دارإحياء العلوم، بيروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٠٦ھ

٦١۔ **مختصرالطحاوی**، (مع شرحه للرازی) للإمام المحدّث الفقيه المفسّر أبي جعفر أحمد بن

محمد بن سلامة الأزدی المصری الحنفی (ت ٣٢١ھ)، تحقیق عصمة الله عنایة الله محمد، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطّبعة الثّانیة، ١٤٣١ھ ـ ٢٠١٠م

٦٢ـ **مراقی الفلاح** فی شرح نور الإیضاح، للشرنبلالی، العلامة حسن بن عمار الحنفی (١٠٦٩ھ)، مکتبة مرزوق، دمشق

٦٣ـ **المسالك** فی المناسك، للکرمانی، أبی منصور محمد بن مکرّم بن شعبان الحنفی (ت٥٩٧ھ)، تحقیق الدکتور سعود بن إبراهیم، دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢٤ھ ـ ٢٠٠٣م

٦٤ـ **المسلك المتقسط** فی المنسك المتوسّط، للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤ھ)، محقّق محمد طلحه بلال أحمد مینار، المکتبة الإمدادیة، مکة المکرمة، الطّبعة الأولیٰ ١٤٣٠ھ ـ ٢٠٠٩م

٦٥ـ **المسلك المتقسّط** فی المنسك المتوسّط، للقاری، نور الدین علی بن محمد سلطان الهروی الحنفی (ت١٠١٤ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩ھ ـ ١٩٩٨م

٦٦ـ **المصنّف** لابن أبی شیبة، الإمام أبی بکر عبدالله بن محمد العبسی الکوفی (ت٢٣٥ھ)، تحقیق محمد عوّامة، دارقرطبة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٧ھ ـ ٢٠٠٦م

٦٧ـ **معرفة السُّنَن** والآثار، للبیهقی، الإمام أبی بکر أحمد بن الحسین الشّافعی (ت٣٥٨ھ)، تحقیق سیّد کسْروی حَسَن، دارُالکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠١م

٦٨ـ **النافع الکبیر** شرح الجامع الصغیر، للعلامة أبی الحسنات عبد الحی بن عبد الحکیم اللکنوی (ت١٣٠٤ھ)، إدارة القران و العلوم الإسلامی، الطّبعة الأولیٰ ١٤٠٧ھ ـ ١٩٨٧م

٦٩ـ **نور الإیضاح**، للشرنبلالی، العلامة حسن بن عمار الحنفی (١٠٦٩ھ)، مکتبة مرزوق، دمشق

٧٠ـ **النّهر الفائق** شرح کنز الدّقائق، للإمام سراج الدّین عمر بن ابراهیم ابن نجیم المصری الحنفی (ت ١٠٠٥ھ)، حققّه وَ علّق علیه أحمد عزّو عنایة، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولیٰ ١٤٢٢ھ ـ ٢٠٠٢م

٧١ـ **وقایة الروایة**، (و شرح الوقایة مع عمدة الرّعایة) للمحبوبی، للإمام تاج الشّریعة محمود بن صدر الشریعة الحنفی، إدارة القران و العلوم الإسلامیة، کراتشی

٧٢ـ **الهدایة** شرح بدایة المبتدی، للمرغینانی، برهان الدین أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت٥٩٣ھ)، دار الارقم، بیروت